ماہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

عید اسپیشل

اس شمارے کے ساتھ
عید کا خصوصی تحفہ دو رنگین اسٹکرز
مفت حاصل کریں!

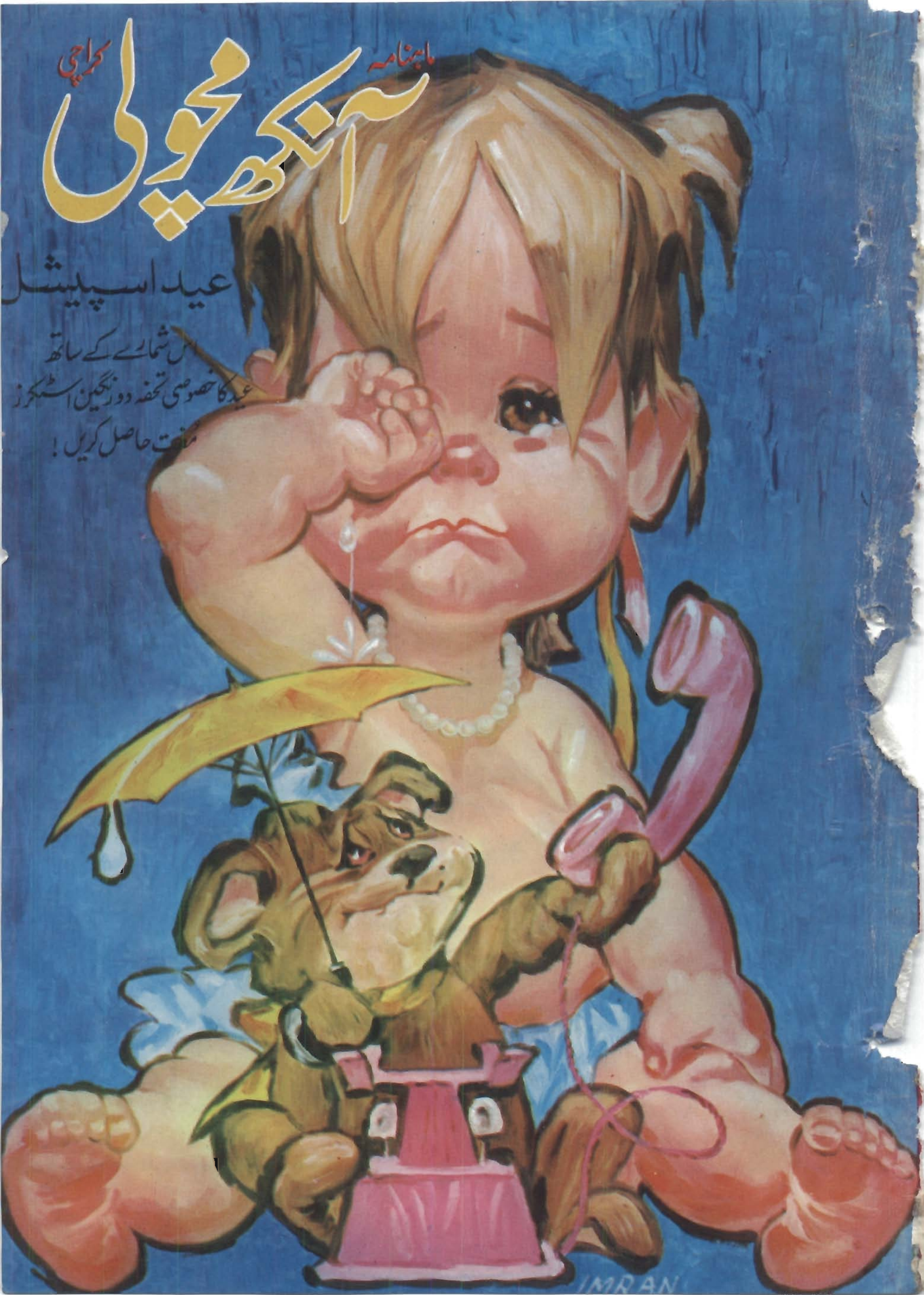

Blue Band
MARGARINE
225 گرام
7.50 روپے
Blue Band
MARGARINE
50 گرام
1.95 روپے
بلوبینڈ مارجرین — غذائیت اور لذت سے بھرپور
بچوں کو توانائی کا خزانہ چاہیئے۔ اپنے بچوں کو بلو بینڈ دیجئے کیونکہ
بلو بینڈ بچوں کی بہترین نشو نما کرنے والی غذا کا ایک اہم حصہ ہے۔ غذائیت
اور لذت سے بھرپور بلو بینڈ میں وٹامن اے اور ڈی شامل ہیں۔
بلو بینڈ کو ڈبل روٹی کے سلائس یا بن پر لگا کر دیجئے،
آپ کے بچے اس کو بہت پسند کریں گے۔
بلو بینڈ نے صحت کو لذت کی شکل دی ہے!
بلوبینڈ مارجرین
خاندان کی چاہت بھری نگہداشت کے لئے
BBM 5 85 UD
Я-LINTAS

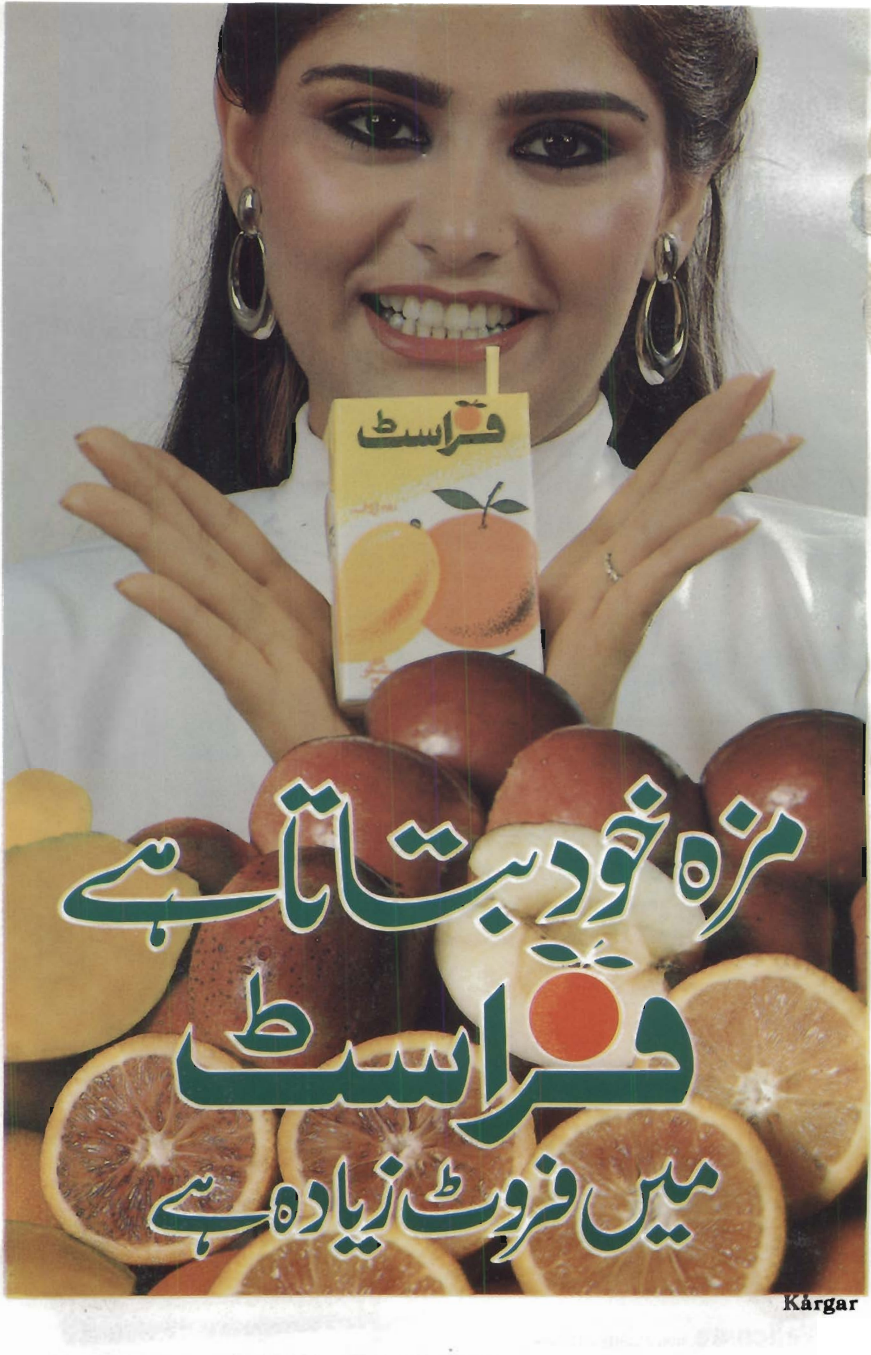

Kargar

ویلکم کی کوپیکس
اینٹی لائس لوشن
جوئیں ایک بچے سے دوسرے بچے اور بڑوں میں
منتقل ہوجاتی ہیں۔ خون چوستی ہیں اور بچوں
کی ذہنی نشوونما پر اثرانداز ہوتی ہیں :
جوؤں سے موثر نجات کیلئے
کوپیکس اینٹی لائس لوشن
کوپیکس ڈی۔ڈی۔ٹی، بی ایچ سی اور میلاتھیان
سے پاک ہے۔
کوپیکس لوشن میں جدید تحقیق پر مبنی کیڑے مار دوا
پرمیتھرین شامل ہے جو سر کی جوؤں اور لیکھوں کے
خاتمہ کے لئے نہایت موثر ہے۔
COOPEX
ANTI-LICE LOTION
FOR SAFE AND EFFECTIVE TREATMENT
OF HEAD LICE
جوؤں سے فوری اور مؤثر نجات کے لئے
Wellcome Insecticides Division.

عید جشنِ نزولِ قرآن بھی ہے اور
روزہ داروں کے لئے اجر و ثواب کا پیغام بھی

عیدالفطر عیدِ آزادی بھی ہے

۲۷ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں

"آزادی" کی نعمت عطا کی

آپ کو اور آپ کے اہلِ خانہ کو

عید مبارک

لاتعداد ساتھیوں نے ہمیں عید کی مبارکباد کیلئے کارڈ بھجوائے

ادارے کے سبھی افراد اپنے ساتھیوں کی محبت پانے کے شکر گزار ہیں۔ (ادارہ آنکھ مچولی)

یہ ہوئی نا بات ......

ماہنامہ آنکھ مچولی اپنے علمی سفر کے پہلے سال کی تکمیل پر پیش کر رہا ہے۔

آنکھ مچولی سالنامہ ۸۷ء

• — افغانستان کے پس منظر میں لکھا ہوا نیا سلسلے وار ناول "پاسبان"
جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین آزادی کی داستانِ شجاعت، — فیصل ملک سلیم کے قلم سے۔

• — "حق اسکواڈ" کا کارنامہ — مامون اپنے انجام کو پہنچا یا۔
حق اسکواڈ پر مصیبت ٹوٹ پڑی ....؟ — اخلاق احمد کا قلم ایک کڑی مہم پر —

• — آنکھ مچولی پڑھنے والوں کے لئے۔ احمد ندیم قاسمی کی جلیبیاں،
سیّد ضمیر جعفری کی خوبصورت مزاحیہ نظم۔ نامور ادیبوں کی شاہکار تحریریں۔

۔ پہلے سے زیادہ حسن اور رنگینیاں پہلے سے زیادہ دلچسپیاں اور شوخیاں۔

سالنامے کے ساتھ ایک نہایت حسین تحفہ مفت

ہاکر یا بک اسٹال والے سے کہہ کر اپنا شمارہ ابھی سے محفوظ کروا لیجئے

دوکاندار حضرات اپنے آرڈر سے فوری مطلع کریں۔ (ادارہ)

ماہنامہ آنکھ مچولی۔ گرین گائیڈ اکیڈمی۔ ڈی ۱۱۲ سائٹ کراچی

آنکھ مچولی

جلد نمبر ۱ ۔ شمارہ نمبر ۲

جون ۱۹۸۷ء ۔ شوال ۱۴۰۷ ہجری

قیمت ۵۰ پ

ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی قرآن و احادیث پر مبنی تحریروں کے علاوہ دیگر کہانیوں کے کردار و واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جا سکتی۔

سرپرست	ڈاکٹر ابواللیث صدّیقی
مُدیرِ اعلیٰ	ظفر محمود شیخ
مُدیرِ مسئول	تجمّل حسین چشتی
مُدیرانِ اعزازی	امجد اسلام امجد محمّد سلیم مُغل
مُدیرِ معاون	محمد اعظم منہاس
قانونی مشیر (اعزازی)	خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)
ناظمِ اشتہارات	طارق ظفر برنی
کیلی گرافی	رئیس احسن

گرین گائیڈ اکیڈمی

ادارۂ اشاعت برائے

تعلیم و تعمیرِ سیرتِ اطفال

زیرِ سرپرستی

ضمیرالدین میموریل آرگنائزیشن

ناشر: ظفر محمود شیخ — طابع: زاہد علی

مطبع: ادیب پرنٹنگ پریس، ایم اے جناح روڈ، کراچی

برائے خط وکتابت و مقام اشاعت

گرین گائیڈ اکیڈمی

۱۱۲ - ڈی سی نوریس روڈ

سائٹ، کراچی

حسنِ ترتیب

عنوان		صفحہ
اچھی بات	حکایت سعدیؒ	۸
خداوندِ عالم.... حمد	محمد جاوید اقبال	۹
بڑے لوگ بڑی باتیں	منتخب اقوال	۱۰
ڈاک ٹاک کس کی ڈاک	خطوں کے جواب	۱۱
اس مہینے کا نام کیسے پڑا ؟	حمیر لطیف	۱۵
جنگل میں منگل	قرآنی کہانی راہ نما سے	۱۶
عید (نظم)	محمّد امان خان دل	۱۹
اُلٹا درخت	عید کی کہانی، مصطفٰی چاند	۲۱
عید کے دن	سیّد عبدالودود شاہ	۳۲
ہے نا حیرت کی بات	وجیہہ احمد صدیقی	۳۵
قلفیاں	کلیم چغتائی	۳۷
جیسے کو تیسا (نظم)	رشید ارشد	۴۵
ایک کہانی	(ادارہ)	۴۷
ماموں کی تلاش (حق اسکواڈ)	اخلاق احمد	۵۳
عید آئی (نظم)	نفیس فریدی	۶۱
سیپیاں جمع کرنا	مشاغل کی کہانی، عقیل عباس جعفری	۶۳
آنکھ مچولی البم	ادارہ	۶۹
ارے ثاقب تو بدل گیا	احمد حاطب صدیقی	۷۱
نتائج مقابلہ کہانی نویسی	ادارہ	۷۹
بیچارہ جوآن سگار	بیرونی ادب سے، نجم الثاقب منتی	۸۱
ملنے سے پہلے ...	آداب زندگی، اعظم منہاس	۸۷
لذیذار لطیفے	لطائف	۹۱
انکل آئی کیو روبوٹ	سوالاً جواباً	۹۵
عیدی کون لے گا ؟	دلچسپ سروے	۹۸
نیلی کار	رومی بھیس بدلتا ہے، قسط نمبر ۱ غلیم سرور	۱۰۳
مقابلہ کارٹون کیپشن	ادارہ	۱۰۹
کاٹھ کی ہانڈی	س. م. دانش	۱۱۱
ایک شام بچوں کے نام	محمد سلیم مغل	۱۱۵
دائرہ معلومات	ماہانہ مقابلہ معلومات، ارمّم رباب جعفری	۱۱۸
ننھے ہاتھ ننّی تحریریں	بچوں کا سیکشن	۱۲۳
آؤ ملائیں ہاتھ	قلمی دوستی	۱۳۱
ایک صفحہ امّی ابو کے لئے	بچوں کی تربیت کے رہنما اصول	۱۳۴

غیر ممالک کے لئے سالانہ شرح خریداری

۱۵۰ روپے / ۹ امریکی ڈالرز	متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن، بنگلادیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک،
۲۰۰ روپے / ۱۲ امریکی ڈالرز	ناروے، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی،
۳۰۰ روپے / ۱۸ امریکی ڈالرز	ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا،

بات چیت

بارہویں شمارے کے ساتھ ہی ہمارا پہلا آنکھ مچولی سال مکمل ہوا۔

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اتنی استطاعت دی کہ ہم نے اپنے سفر کا پہلا سنگ میل نہایت کامیابی سے طے کیا۔ یہ سفر ان معنوں میں دشوار ضرور تھا کہ ہم اِن بھول بھلیّوں میں نئے نئے تھے اور ماحول اجنبی اجنبی۔ ایسے میں جس چیز نے ہمیں حوصلہ عطا کیا وہ آپ کا تعاون تھا۔ آپ کے خطوط، تجاویز، مشورے اور آپ کی تحریریں اِن سب نے ہمارے عزم کو بلند اور حوصلوں کو بلند تر کیا ... ہم نے اپنے حالات اور اپنی عقل وفہم کے مطابق آنکھ مچولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی اور آپ کی ڈاک گواہ ہے کہ آنکھ مچولی کے چہرے پر ماہ بہ ماہ نکھار آتا رہا ہے.. ۱۲ ماہ کے اِس سفر میں ہم نے کہیں بھی مقصدیت اور دلچسپی کو غیر متوازن نہیں ہونے دیا۔ یہی نہیں بلکہ آئے دنوں نت نئے موضوعات پر پڑھنے اور دیکھنے کے لئے بہت کچھ دیا ... ہمارا انداز مارکیٹ کے لگے بندھے ہوئے انداز سے ہمیشہ ہٹا ہوا نظر آیا۔ تحریروں کا معیار، اِن کی کتابت، تزئین، تصاویر اور رنگین صفحات اس کی وہ خوبیاں ہیں جو اسے دیگر رسائل سے ممتاز کرتی ہیں۔ ایک سال میں دو خاص نمبر اور ہر شمارے کے ساتھ تحفے کی روایت بھی ہمارے حصّے میں آئی... یہ ساری باتیں آپ کی خوشی کا باعث ہیں اور آپ کی خوشی ہمارے اطمینان کا باعث،

اب نیا آنکھ مچولی سال شروع ہو رہا ہے، ہم آپ کو آنکھ مچولی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر یہ خوشخبری سُنا رہے ہیں۔ کہ جولائی ۸۷ء کا شمارہ انشاءاللہ ضخیم سالنامہ ہوگا۔

ہماری کوشش ہے کہ یہ سالنامہ خوب سے خوب تر ہو اور اپنے معیار کے اعتبار سے گزشتہ خاص نمبر پر سبقت لے جائے.. اپنی تجاویز اور مشورے ہمیں بھجوائیں۔ تاکہ ہم اس کی روشنی میں اسے بنا سنوار سکیں۔

انشاءاللہ اب آئندہ ماہ آپ کے پسندیدہ ماہنامے بلکہ سالنامے کے ساتھ آپ سے ملاقات ہوگی۔

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھی بات

کسی شکاری نے ایک کوّے اور ایک طُوطی کو ایک ہی پنجرے میں بند کر دیا۔ طُوطی کے لئے کوّا اور کوّے کے لیے طوطی اجنبی تھے طوطی کوّے کو دیکھتی اور دل ہی دل میں کڑھتی کہ تقدیر نے مجھے کس عذاب میں پھنسا دیا۔ یہ کالا کلوٹا ہر وقت نگاہوں کے سامنے رہتا ہے۔ اس کی شکل تو ایسی منحوس ہے کہ اگر کسی دیوار پر اِس کی تصویر بنی ہو تو کوئی اِس کے سائے میں آرام کرنا بھی پسند نہ کرے۔ جو حال طوطی کا تھا۔ وہی حال کوّے کا بھی تھا وہ ہر وقت اِس خیال سے پریشان رہتا تھا کہ کاتبِ تقدیر نے کس کی ہم نشینی مقدّر میں لکھ دی۔

بکواس ہر وقت بکواس کرتی رہتی ہے۔ اگر تقدیر میں قید ہونا ہی لکھا تھا تو کوئی خاندانی کوّا ساتھی ہوتا۔ اِس کی صورت دیکھ کر تو وحشت ہوتی ہے۔

(حکایت سعدی سے ایک اقتباس)

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدّس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

خُداوندِ عالم کرم ہے تِرا

محمد جاوید خالد

خداوندِ عالم، کرم ہے ترا
کہ ہم کو مسلمان پیدا کیا

ہمیں تونے بخشا ہے قرآن بھی
نبیؐ جی، نبیؐ جی کا فرمان بھی

عجب اس سے پہلے تھا اپنا چلن
کہ سارے تھے خود غرض خود بھی مگن

بگڑتے تھے، باہم جھگڑتے تھے ہم
یونہی بات بے بات لڑتے تھے ہم

بپھر کر جو ہوتے تھے ہم دوبدو
تو بہتا تھا پانی سا اپنا لہو

لڑائی بھی رہتی تھی برسوں تلک
نہ صرف آج، کل اور پرسوں تلک

اگر کچھ تھا ارزاں تو بس خون تھا
کہ ہر سمت جنگل کا قانون تھا

گڑھے تھے خطرناک اُدھر آگ کے
کہ ہم جا رہے تھے جدھر بھاگ کے

ہمیں اے خدا ایک تو نے کیا
بڑے ہم تھے ہاں نیک تو نے کیا

یہ رحمت ہے تیری، یہ انعام ہے
دلوں کو ملانا ترا کام ہے

کنول اُلفتوں کے کچھ ایسے کھلے
جو کینے سے پُر تھے وہ سینے ملے

دیا ہم کو تو نے جو قرآن ہے
اسی کا ہی بے شک یہ فیضان ہے

ہمیں بھائی بھائی بناتا ہے یہ
محبت کی باتیں سکھاتا ہے یہ

اگر اس کا دامن نہ چھوڑیں گے ہم
کبھی ہو گی آپس میں الفت نہ کم

تو یُوں ہے ہمارا خدا کارساز
مددگار سب کا بڑا کارساز

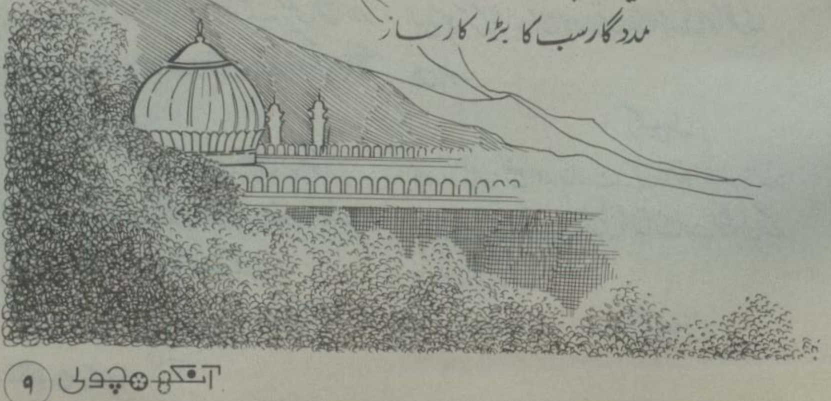

بڑے لوگ بڑی باتیں

منتخب اقوال

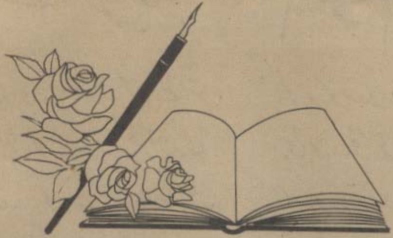

○ ہمیشہ انصاف کی بات کیا کرو خواہ مقابلے پر تمہارا کوئی عزیز ہی کیوں نہ ہو

(قرآن حکیم)

○ ماں باپ کے فرمانبردار شخص کی خدا عمر دراز کرتا ہے۔

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

○ حاسد ہمیشہ غم میں مبتلا رہتا ہے۔

(حضرت علیؓ)

○ دو قسم کے انسانوں کو اُن کی کمر میں وزنی پتھر باندھ کر دریا میں غرق کر دینا چاہیئے۔ ایک تو ایسا دولت مند جو اپنی دولت میں غربا، مساکین، یتیموں بیواؤں اور دیگر مستحق افراد کو شریک نہیں کرتا اور دوسرا ایسا مفلس جو باوجود افلاس کے خدا کی عبادت سے انحراف کرتا ہے۔

(حضرت یحییٰ برمکیؒ)

○ زندگی کا ایک عظیم درس یہ ہے کہ بیوقوف لوگ بھی بعض مرتبہ صحیح بات کہتے ہیں۔

(چرچل)

○ تم اپنے دامن میں انکساری کی دولت کو بھر لو کیونکہ انکساری ہی شرافت کا اعلیٰ جوہر ہے۔

(شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ)

○ علم جیسی کوئی دولت نہیں اور جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔

(حکیم لقمان)

○ ہم خود اپنی قسمت کو بگاڑتے ہیں اور پھر کہتے ہیں یہ ہماری قسمت میں لکھا تھا۔

(ڈسرائیلی)

جو وقت اب تک تم ضائع کر چکے ہو اُس کا غم نہ کرو آج سے از سرِ نو زندگی کے ہنگاموں میں بھرپور حصہ لو یہ سمجھ کر کہ شاید آج کا دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہو۔

(کیبل)

○ میں نفع اور بناوٹ کے ساتھ الفاظ بنانے سے قاصر ہوں، لیکن اپنی خوش گفتاری سے لوگوں کے دل موہ لیتا ہوں

(شیکسپیئر)

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

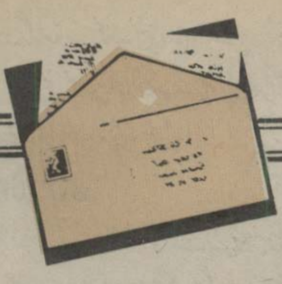

○ میں ماہنامہ آنکھ مچولی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں، میں نے ڈاک ڈاک کس کی ڈاک میں خط لکھا تھا، مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ آؤ ملائیں ہاتھ کے لئے اپنا تعارف، دائرہ معلومات کے جوابات اور انکل روبوٹ سے سوال پوچھا تھا، مگر آپ نے میری گزارش پر غور نہیں کیا یا مجھے جواب کے لائق نہیں سمجھا۔ (آصف طاہر، لاوہ چکوال)

بھیا آصف ــ اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں۔

آپ کا خط ہمیں مل گیا تھا، لیکن مشکل یہ تھی کہ اسے کس فائل میں لگایا جائے، خطوں کے جواب کی، آؤ ملائیں ہاتھ کی، دائرہ معلومات کی یا انکل روبوٹ کی اور یہ مشکل اس لئے آن پڑی تھی کہ آپ نے یہ ساری چیزیں ایک ہی صفحہ پر لکھ کر ارسال کر دی تھیں۔ آئندہ آپ جو بھی تحریر روانہ کریں وہ علیحدہ علیحدہ صفحات پر مشتمل ہونی چاہیے۔ ہمیں اُمید ہے کہ صرف آصف بھیا ہی نہیں ہمارے دیگر قارئین ساتھی بھی ہماری بات کو سمجھ گئے ہوں گے۔

○ مجھے آپ کا رسالہ آنکھ مچولی بہت پسند آیا ہے، اب میں اسے ہر ماہ پڑھنے لگی ہوں۔
یہ بتائیے کہ آنکھ مچولی کا سالنامہ کتنی قیمت کا ہوگا۔ اور کیا اس کے ساتھ کوئی تحفہ بھی ہوگا۔

(صبا صلاح الدین ـ ملیر، کراچی)

صبا ــ آنکھ مچولی ہمارا ہی نہیں آپ کا بھی رسالہ ہے۔ اسے پسند کرنے اور ہر ماہ پڑھنے کے عزم پر ہم آپ کے مشکور ہیں۔ آپ نے سالنامہ کی قیمت پوچھی ہے، یہ انشاءاللہ ۱۰ روپے کا ہوگا ـ جی ہاں اس کے ساتھ ایک خوبصورت تحفہ بھی ملے گا جسے دیکھ کر واقعی آپ حیران رہ جائیں گی۔

○ مدیر انکل ــ اس مرتبہ جیسے ہی اسٹال پر پہنچا، مئی کا خوبصورت اسکاؤٹ اسپیشل چمکتا دمکتا نظر آیا۔ گھر لاکر پڑھنا شروع کیا تو مزا ہی آگیا، ہر کہانی اور مضمون اچھا لگا۔ آپ ایک ماہ میں دو رسالے نکالا کریں۔

(ثاقب مجید، پیپلز کالونی، فیصل آباد)

بھائی ثاقب ــ بہت خوب ایک ماہ میں دو رسالے نکالنے والی تجویز دے کر آپ نے ہمیں پریشان کر دیا، آپ کے چمکتے دمکتے آنکھ مچولی کو اسٹال تک پہنچنے میں نہ معلوم کیا کیا کام کرنے پڑتے ہیں، مہینہ بھر

کی مصروفیات کے بعد آپ تک پہنچتا ہے، اور آپ اُسے چند ہی گھنٹوں میں پڑھ کر ختم کر ڈالتے ہیں۔ دیکھئے صرف رسالے ہی نہ پڑھا کیجئے۔ اپنی تعلیم پر بھی توجہ دیجئے، کچھ گھر والوں کے کام کاج میں بھی اُن کا ہاتھ بٹائیے، مناسب وقت کھیل کود کو بھی دیجئے، اور اس طرح آنکھ مچولی کے لئے کچھ تحریریں بھی بھیجتے رہا کیجئے، انشاءاللہ ہر ماہ آنے والے آنکھ مچولی ہی کو آپ کافی پائیں گے۔

○ مدیر صاحب ۔ دائرہ معلومات کے پہلے سوال کا جواب کیوں بند کر دیا گیا ہے۔ اور ام رباب جعفری ہر ماہ تین چار مشکل سوال کیوں دیتی ہیں۔ مہربانی فرما کر کچھ سوال آسان دیا کریں۔

(رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد)

برادر ۔ رؤف آرائیں، دائرہ معلومات ایک بالکل نیا اور اچھوتا سلسلہ تھا، اس لئے آپ کی آسانی کی خاطر ہم پہلے سوال کا جواب بتا دیا کرتے تھے، لیکن اب تو آپ اس کے طریقہ کار سے واقف ہوگئے ہیں، اس لئے پہلے سوال کا جواب بتانے کی ضرورت نہیں، ۔ بھائی اصل محنت یہی تو ہے کہ آپ کا مشکل سوالوں کے جواب تلاش کریں۔ آسان آسان سوالوں کے جواب تو ہر کوئی جانتا ہوگا، اور پھر بقول آپ کے تین چار سوال ہی تو مشکل ہوتے ہیں کیا آپ اُن کے جواب بھی نہیں تلاش کر سکتے۔

○ مدیر اعلیٰ صاحب ۔ اسکاؤٹ اسپیشل اسٹال پر دیکھا تو دل میں سما گیا، پڑھا تو جی خوش ہوگیا، اسکاؤٹنگ سے متعلق مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ حق اسکواڈ پھر سرگرم ہوگیا۔ اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ آج سے میں نے عہد کر لیا ہے کہ اسکاؤٹ بن کر اپنا فرض نبھاؤں گا۔ (واجد محمود، موہن پورہ، راولپنڈی)

واجد ۔ اسکاؤٹ اسپیشل کی پذیرائی کا تہہ دل سے شکریہ۔ بس یوں سمجھیئے ہماری محنت وصول ہوگئی، حق اسکواڈ کی اس شمارے والی قسط پڑھ کر دیکھیں ۔ کیا خیال ہے، اسکاؤٹ اسپیشل پڑھ کر آپ کے جذبوں کو مہمیز ملی۔ خدا آپ کے جذبوں کو سلامت رکھے اور آپ ملک وقوم کے ہونہار مسلمان شہری بن سکیں۔

○ مکرمی مدیر صاحب۔ آنکھ مچولی بہت اچھا رسالہ ہے اور کم وقت میں بہت ساری مقبولیت حاصل کر چکا ہے، ابھی تک تو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے مگر ڈر ہے کہ کہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مقبولیت کے بعد یہ اپنا معیار نہ کھودے، کہیں عروج کے بعد زوال نہ آجائے (محمد نعیم چاند، لاہور)

بھیا چاند ۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

آپ ڈریں نہیں، آپ جیسے ملک وقوم کے ہونہار ساتھیوں کا تعاون اچھا لکھنے والوں کی تحریریں اور ہماری محنت و کاوشوں کے ساتھ خدائے کریم کی مدد اور آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو ہم اپنے عروج کی بھرپور پاسبانی کریں گے اور آنکھ مچولی نہ صرف معیار برقرار رکھے گا بلکہ خوب سے خوب تر کی جدوجہد میں آگے ہی آگے بڑھتا جائے گا۔

○ محترم مدیر صاحب ۔ آنکھ مچولی نے مختلف موضوعات پر اسپیشل شائع کر کے واقعی ایک نئی روایت کی ابتداء کی ہے، آئندہ کے لئے کمپیوٹر، سائنس، قائد اعظمؒ اور سیرت پر اسپیشل شائع کئے جا سکتے ہیں (محمد غلام حسین۔ کھائی روڈ، حیدر آباد)

بھائی غلام حسین میمن ۔ آپ کے مشورے ہم نے نوٹ کر لئے ہیں، آئندہ اسپیشل کی اشاعت پر اِن کو مدِّ نظر رکھا جائے گا۔ آپ کے مشوروں کا آئندہ بھی انتظار رہے گا۔

○ اچھے انکل ۔ آنکھ مچولی میں شامل تمام ہی تحریریں پسند آئیں، ننھے ہاتھ نئی تحریریں میں ۹۰ فیصد تحریریں نقل شدہ تھیں، قارئین سے کہیں کہ وہ نئی تحریریں ارسال کیا کریں۔ (اکرم سیال، ننکانہ صاحب)

عزیزم اکرم سیال ۔ آپ نے درست فرمایا، کہ قارئین کو نئی نئی تحریریں ارسال کرنی چاہئیں اگر ابھی سے اِدھر اُدھر سے چوری کر کے تحریریں بھیجنے کی خراب عادت کا شکار ہو گئے تو آپ کبھی بڑے ادیب نہیں بن سکتے ۔ اور دیکھیں نا کسی کی تحریر کو اپنے نام سے ارسال کر دینا ایک بد دیانتی بھی تو ہے نا۔ آنکھ مچولی کی تحریریں کی پسندیدگی پر ہمارا شکریہ قبول کیجئے۔

○ ایڈیٹر صاحب ۔ میں آنکھ مچولی کا ممبر بننا چاہتا ہوں، بتایئے کیا طریقہ کار ہے۔ (عمران شکیل، قصبہ کالونی، کراچی)

ننھے عمران شکیل ۔ آپ شوق سے ہمارے ممبر بنیں اور ممبر بننا کچھ بھی مشکل نہیں، بس آپ ہر ماہ آنکھ مچولی باقاعدگی سے پڑھیئے، اور ہمیں آگاہ کیجئے، اور سمجھ لیجئے کہ آپ ممبر بن گئے ہیں۔

انکل ۔ بہت دور سے خط لکھ رہی ہوں۔ میری سہیلیاں کہتی ہیں کہ آپ صرف اپنے رشتہ داروں کے خطوں ہی کے جواب دیتے ہیں۔ (صباحت نذیر، ملتان)

صباحت ـــ ہم تو اپنے تمام قارئین کو اپنا رشتہ دار ہی سمجھتے ہیں، جہاں تک جواب دینے کا تعلق ہے تو ہمارے پاس اتنی ڈاک آتی ہے کہ اگر ہر خط کا جواب آنکھ مچولی میں دیا جائے تو پھر کہانیاں اور دیگر تحریریں تو شامل ہونے سے رہ جائیں گی۔ اور ظاہر ہے آپ لوگ ایسا نہیں چاہیں گے کیوں نہ اس بات پر آپ ہی لوگوں سے رائے شماری کرالی جائے کہ آپ کو اپنے خطوں کے جواب زیادہ عزیز ہیں یا اچھی اچھی پیاری پیاری کہانیاں اور دلچسپ مضامین ۔ کہئیے کیا خیال ہے۔

○ انکل آنکھ مچولی پڑھا ـــ بہت اچھا لگا، بلکہ پورے دو ٹن خون بڑھ گیا، سرورق بہت ہی خوبصورت تھا۔ (شہر بانو احمد، کراچی)

اچھی شہر بانو ۔ دیکھئے اگر آنکھ مچولی پڑھ کر خون بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو پھر عطیہ خون حاصل کرنے والوں کو آپ سے رابطہ کرنا پڑے گا، ہمیں تو یہ پڑھ کر ہی خوف آ رہا ہے کہ اگر آپ کے جسم میں دو ٹن خون موجود ہے تو پھر جسامت کا کیا حال ہوگا ـــ اللہ رحم کرے۔

ملک بھر سے لاتعداد ساتھیوں کے خطوط موصول ہوئے ... اچھی اچھی تجاویز، بہترین مشورے اور تنقید و تبصرے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، جنکی روشنی میں ہم آنکھ مچولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم ان تمام ساتھیوں کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں خط لکھے ... فرداً فرداً تمام خطوط کے جوابات دینا ممکن نہیں ہے اس لئے ہم نے چند منتخب خطوط کے جواب دیئے ہیں بقیہ نام "شکریہ" اور اس امید کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ ساتھیوں کا یہ قلمی تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہے گا ——— (ادارہ)

مسکین علی اعوان، آزاد کشمیر	ثمرین سعید، کراچی	گل شیر علی، باڑہ گیٹ، پشاور
محمد شاہد، لطیف آباد، حیدرآباد	نفیس انجم، حجام محلہ، ٹنڈوالہیار	سید شہزاد، چاہ برجی، سیالکوٹ
محمد علی، شاہی بازار، لاڑکانہ	عمارہ خلیل، مال روڈ، لاہور	صبوحی بانو، کوثر ٹاؤن، کراچی
عبدالحمید قریشی، بنوں	شگفتہ پروین، وہاڑی	ثاقب مسعود، برال کالونی، جہلم
ریحانہ حنیف، شاہی بازار، مٹیاری	یاسمین منیر، وہاڑی	ایم اکرم سیال، ننکانہ صاحب
سمی اظہر، کھوڑ، اٹک	روبینہ حکیم قریشی، ملتان	ریاست علی قریشی، سانگھڑ
رقیہ آرزو، کوئٹہ	محمد اعجاز خان، ایل ایم سی کالونی جامشورو	اسمار احمد، لیاقت آباد، کراچی
نینا گل، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی	رخسانہ شوکت، مٹیاری	غلام سرور غوری، ٹنڈوالہ یار
ندیم طاہر، ملت روڈ، رحیم یار خان	سلمان حیدر، ڈالمیا، کراچی	عادل مجید، آدم جی نگر، کراچی
احمد رضا، لیاقت آباد، کراچی	سلطان بشیر، جی ۱/۶ فور، اسلام آباد	محمد بلال ملک، تلہ گنگ
جاوید حیدر، سٹیلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی	بابر شاہ، جبیاں، اٹک	وقار تربیلوی، ہری پورہ ہزارہ
وجیہہ شیریں، فردوس کالونی، کراچی	قیصر عباس، جھاوریاں، سرگودھا	شاہد زخمی، کوٹلی، آزاد کشمیر
اسماء سرور، زریاب کالونی، پشاور	رضا احمد، سٹیلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی	حمیرا فاروق، لاہور
عابد قیوم، رحمانیہ روڈ، فیصل آباد	محمد علی صابر، گوادر	حبیب علی زیدی، شیر شاہ، کراچی
قاسم محمود، راولپنڈی	منیر احمد فاضل، برانڈرتھ روڈ، لاہور	سعدیہ ضیاء، بصیر پور
عظمیٰ عقیل، میانی روڈ، سکھر	محمد عمران اکرم، سانده خورد	غلام مرتضیٰ، وحدت روڈ، حیدرآباد
سجاد احمد، فین روڈ، لاہور	ذاکرہ وسیم، کریم پورہ، پشاور	ملک عارف امیر، راولپنڈی
ہمایوں مجاہد، تارڑ، کھیوڑہ	نوشاد کامل، شہید ملت روڈ، کراچی	آصف احمد، دہلی کالونی، کراچی
اشتیاق علی شاہ، حیدرآباد	سلیم حسین، کراچی	سید محسن رضا، ملیر، کراچی
یاسمین حنیف، بلدیہ ٹاؤن، کراچی	رفیق احمد، لاوہ، چکوال	مہر علی شاہ، ظاہر پیر، خانپور
ثمینہ محمد حسین، مہاجر کیمپ، کراچی	عدیلہ عقیل، میانی روڈ، سکھر	سعید السلام، پٹیل پاڑہ، کراچی
عرفانہ اصغر، کبیر والا، خانیوال	نورین ساجد، اسٹیڈیم پارک، شیخوپورہ	ریحان احمد، کراچی

حمیرا لطیف

جُون

سال کا چھٹا مہینہ

اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟

جون کے کیا معنی ہیں کہا تو یہی جاتا ہے کہ عیسوی کلینڈر کے بارہ مہینوں کے نام روم کے لوگوں کے عطا کردہ ہیں لیکن اسی وجہ سے جون کے معنیٰ بحث کا باعث بن گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جون کے مہینے کا نام قدیم رومن گھرانے جونس سے لیا گیا ہے لیکن زیادہ تر یہی گمان ہے کہ یہ رومی دیوتا جوپیٹر کی بیوی دیوی جونو کے نام سے بنا ہے۔ رومی بت پرست عقیدے کے مطابق جونو جنت کی ملکہ ہے جو ایک دو کے رتھ پر سفر کرتی ہے جسے کھینچتے تھے۔ قدیم روم میں اس مہینے کے آغاز پر جونو کے نام سے ایک جشن منایا جاتا تھا۔

قرآنی کہانی

راہ نما سے ماخوذ

جنگل میں منگل

اللہ کے ایک نبی کی دو بیویاں تھیں لیکن ان کے ہاں کوئی بھی اولاد نہ تھی۔ ایک دن انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں اولاد دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعائیں لی اوران کی چھوٹی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن بچّو! اس بچّے کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ان کی عمر ۸۶ سال ہوچکی تھی۔ انہیں خوشی تھی کہ اب ان کا بیٹا بڑا ہوگا توان کے ساتھ مل کر ہاتھ بٹائے گا لیکن بڑی بیوی نے ضد کی کہ وہ اپنی چھوٹی بیوی اور بچّے کو میری نظروں سے دور کردیں۔ پہلے تو اُن کو یہ بات بہت ناگوار گزری مگر پھر انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ بات مان لی اور ایک سواری پر چھوٹی بیوی اور معصوم بچّے کو لے کر چلے۔ جب ایک صحرا میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ دُور دُور تک ویران ہے۔ بس ایک جگہ ایک درخت لگا ہوا ہے۔ انہوں نے بیوی اور بچّے کو اس درخت کے نیچے بٹھایا پانی کا مشکیزہ دیا کچھ کھجوریں دیں اور واپس لوٹنے لگے تو چھوٹی بیوی نے کہا کہ آپ ہمیں جنگل بیابان میں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ لیکن وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے۔

چند روز تو ان کی بیوی کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتی رہیں۔ لیکن جب دونوں چیزیں ختم ہوگئیں تو وہ سخت پریشان ہوئیں۔ بھوکی پیاسی تھیں۔ بچّہ بھی بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ جب بھوک پیاس بہت بڑھ گئی تو خاتون نے اپنے معصوم بچّے کو زمین پر لٹایا اور سامنے والی پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا پانی نظر آئے تاکہ بچّے کو تو کچھ پلایا جا سکے مگر دُور دُور تک کچھ نظر نہ آیا آخر بچّے کو روتا دیکھ کر دوڑ کر بچّے کے پاس آگئیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر پیاس بڑھی تو دوسری پہاڑی پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں لیکن کچھ نظر نہ آیا لوٹ کر بچے کے پاس آگئیں۔ اس طرح یہ خاتون سات مرتبہ دوڑ کر پہاڑی پر گئیں اور مایوس لوٹ آئیں۔ ساتویں مرتبہ جب واپس آئیں تو ان کے کان میں ایک آواز آئی یہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ لیکن آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ آخر خاتون نے پریشان ہوکر کہا اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ۔ اتنے میں کیا دیکھا کہ ایک بزرگ سامنے نمودار ہو گئے۔ انہوں نے اپنا پیر زمین پر مارا تو وہاں گڑھا ہو گیا اور پانی نکلنے لگا۔

وہ پانی کے چاروں طرف مٹی کا گھیراؤ بنانے لگیں تاکہ پانی ضائع نہ ہو جائے

انہوں نے پانی پیا وہ بہت ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ بچّے کو بھی پانی پلایا۔ اس بزرگ نے کہا اے عورت غم نہ کر تیرا یہ

بچّہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ چند دن یوں ہی گزر گئے۔ ایک دن اس صحرا سے ایک قافلے کا گزر ہوا۔ قافلے والوں نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر پرندے اُڑ رہے ہیں۔

صحرا میں کسی جگہ جانوروں کے پائے جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہاں یقیناً پانی ہوگا۔ قافلے والوں نے اس طرف کا رُخ کیا کچھ فاصلہ طے کر کے جب وہ پانی کی جگہ پہنچے تو کیا دیکھا کہ اس ویران جگہ پر ایک عورت اپنے معصوم بچّے کو لئے بیٹھی ہے۔ قافلے والوں نے اس جگہ پڑاؤ ڈالنے کی اجازت مانگی۔ یہ خاتون یوں بھی تنہائی سے اکتا گئی تھیں۔ انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ پانی کی ملکیّت میں کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔ قافلے والے اس بات پر راضی ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ انہوں نے اپنے آدمی بھیج کر بقیہ لوگوں کو بھی وہیں بلا لیا اور یہ خاندان یہاں رہنے سہنے لگا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے مکانات بنا لئے۔ اب یہاں ایک بستی آباد ہوگئی۔ اب ان خاتون کا بچّہ بھی کچھ بڑا ہوگیا اور انہوں نے بستی والوں کی زبان سیکھ لی۔ جب یہ بچّہ جوان ہوگیا تو اس قبیلے کو اس بچّے کی عادات بہت پسند آئیں اور وہ اس سے محبت کرنے لگے بالآخر انہوں نے اپنے ہی خاندان کی لڑکی سے شادی کر دی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اس نوجوان کے والد جو انہیں یہاں چھوڑ گئے تھے۔ وہ وقتاً نوقتاً خیریت معلوم کرنے آتے رہتے تھے ایک مرتبہ جب وہ اس نوجوان کے گھر گئے تو وہاں صرف بیوی موجود تھی۔ وہ خود گھر پر نہ تھا۔ انہوں نے سلام کر کے پوچھا کیا حال ہے۔ عورت نے جواب دیا بہت مشکل میں ہوں۔ سخت دُکھ اٹھا رہی ہوں۔ انہوں نے کہا اپنے شوہر سے کہنا اس گھر کی چوکھٹ بدل دے۔ جب وہ نوجوان گھر آئے تو بیوی نے تمام حال کہہ سنایا۔ نوجوان نے کہا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تجھے طلاق دے دوں چنانچہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس نوجوان نے دوسری شادی کر لی۔ اتفاق سے ان کے والد پھر آئے لیکن بیٹے سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بیٹے کی بیوی سے پوچھا کیسی گزر رہی ہے۔ عورت نے کہا بہت اچھی، خدا کا شکر ہے۔ ہم خوش ہیں۔ وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ میرے بیٹے سے کہنا کہ چوکھٹ سنبھال کر رکھنا۔ جب نوجوان واپس آئے تو بیوی نے واقعہ سنایا۔ نوجوان نے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور پیغام کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں زندگی بھر اپنے ساتھ رکھوں۔

اُس نوجوان کا نام حضرت اسماعیلؑ تھا اور ان کے والد کا نام حضرت ابراہیمؑ دونوں اللہ کے نبی تھے۔ دونوں نے مل کر کعبہ کی بنیاد رکھی تھی اور اسے تعمیر کیا تھا وہ پانی کا چشمہ آج بھی جاری ہے اور اس کا نام زمزم ہے نوجوان کی والدہ کا نام ہاجرہ بی بی تھا۔ آج بھی دنیا بھر میں مسلمان حج کے موقع پر ان ہی پیغمبر کی یاد میں قربانی دیتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں۔

بزرگ جن کے پاؤں زمین پر مارنے سے پانی نکلا وہ اللہ کے فرشتے جبرئیلؑ تھے۔

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین
بِلّی مارکہ
میٹرو مِلن
اگربتّی
CAT BRAND
REGISTERED TRADE MARK NO. 54025
METRO MILAN
AGARBATTI
Regd No 52020
بھینی بھینی
اور مسحور کن خوشبو والی
بلّی مارکہ
میٹرو مِلن اگربتّی
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اِسٹریپ کے ساتھ
تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔
تیار کردہ:
میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ - کراچی
فون : ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس ۲۳۴۳۴، میٹرو پی کے

یہ عید آئی ہے پیار لے کر

محمد امان خان دل

یہ عید آئی ہے پیار لے کر
مسرتوں کی بہار لے کر
پھر آئی ہے ایک بار لے کر — خوشی کے نغمے ہزار لے کر
چمن سے روحِ بہار لے کر — یہ موسمِ پر وقار لے کر
قدم قدم افتخار لے کر
یہ عید آئی ہے پیار لے کر
لباسِ نو ہے بدن کی زینت — یہ کیسی آئی خوشی کی ساعت
دلوں سے جاتی رہی کدورت — نہیں کسی کو کسی سے نفرت
محبتیں بے شمار لے کر
یہ عید آئی ہے پیار لے کر
فضا میں خوشبو بکھر رہی ہے — ہر ایک کی صورت نکھر رہی ہے
کہ ساری خلقت سنور رہی ہے — سلام جھک جھک کے کر رہی ہے
دل و نظر میں قرار لے کر
یہ عید آئی ہے پیار لے کر
خوشی سے سب لوگ کھل رہے ہیں — گلے محبت سے مل رہے ہیں
یہ پیڑ پودے بھی ہل رہے ہیں — کہ جیسے وہ عید مل رہے ہیں
رخوں پہ دلکش نکھار لے کر
یہ عید آئی ہے پیار لے کر

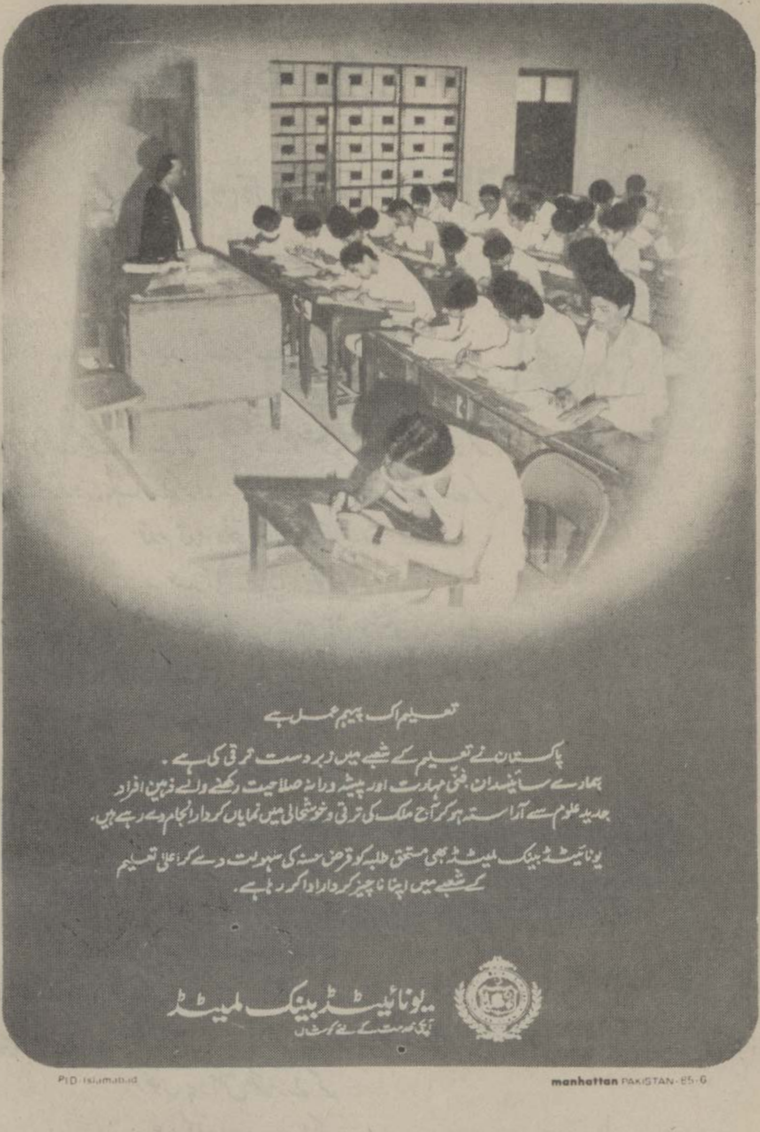

PID Islamabad

manhattan PAKISTAN-85-6

عید کی خصوصی کہانی

مصطفیٰ چاند

اُلٹا درخت

سارے بچے پلیا کی چھوٹی سی دیوار پر کھڑے ہو کر اُچک اُچک کر رمضان کا چاند ڈھونڈ رہے تھے یہاں پر وہ تقریباً شام سے کھڑے تھے۔ ہر سال یہ ہوتا تھا کہ اس جگہ پر ان سے بڑے لڑکے قبضہ کر لیا کرتے تھے اور ان تمام بچوں کی ٹولی ہاتھ ملتی رہ جاتی۔ پُلیا کے علاوہ انہیں کہیں چاند تلاش کرنے میں مزہ ہی نہیں آتا۔ حالانکہ کہ ناصر کی اتنی بڑی چھت تھی چاند کیا بلکہ سارے ستارے بھی وہاں سے دریافت کئے جا سکتے تھے خود، کفیل کی تیسری منزل خالی تھی جہاں سارا دن انہوں نے اُدھم سا مچایا ہوتا تھا۔ مگر کوئی بھی چھتوں پر چڑھنے کو تیار ہی نہ تھا بس انہیں چاند دیکھنا تھا تو پُلیا کی دیوار پر چڑھ کر......!

اور آج تو وہ دوپہر سے آ کر پُلیا پر قابض ہو گئے تھے بڑے عرصے کے بعد دوبارہ انہیں اس دیوار پر چڑھنا نصیب

ہوا تھا ورنہ تو وہ دو سال سے مسلسل کفِ افسوس مَلتے رہ جاتے ۔ اور دوسرے لڑکے دیوار پر چڑھ کر نہ صرف شور شرابا کرتے بلکہ بعض اوقات تو وہ اس ٹولی کے خلاف نعرے بھی لگاتے ۔۔۔۔

"ناصر لوگوں کے طوطے اُڑ گئے ۔۔۔۔۔"

"ساری ٹولی بھاگ گئی ۔"

"پُلیا ہماری جاگ گئی ۔

ایک خاور بدر ۔ ایک وقار اور گاما

کاشف تو مرغی ، گڈو پاجاما !

مگر آج سارے چڑھے ہوئے انہی نعروں کو لوٹا رہے تھے لفظ وہی تھے بس وہ نام بدلتے جا رہے تھے اور جب فیصل اور ندیم کی پارٹی کھسیانی ہو کر بھاگ گئی تو وہ سارے سنجیدہ ہو کر چاند ڈھونڈنے لگے اچانک متقی چلّایا ۔

"وہ دیکھو ۔۔۔۔ وہ رہا چاند ۔۔۔ ہاں ۔۔ ہاں وہی ہے ۔۔۔ چاند ۔۔۔"

اُسی وقت شانی نے متقی کے سر پر دُھول جمائی ۔

تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا وہ عامر ہے اپنی چھت پر کھڑا ہے کل ہی گنجا ہوا تھا ۔۔۔۔ بے ساختہ قہقہہ سب کے حلق سے پھوٹ نکلا ۔ متقی بھی کھسیانا ہو کر تیز تیز آنکھیں جھپکنے لگا ۔ سارے پھر سے سیاہ آسمان میں چمکتا ہوا چاند تلاش کرنے لگے بہت دیر بعد ظہیر کی آواز سنائی دی ۔

"وہ دیکھو ۔۔۔۔ میری انگلی کی سیدھ میں ۔۔۔۔ وہ بالکل سامنے ۔۔۔۔۔" سب نے اس کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا ۔ اور جھلا کر رہ گئے اس کا اشارہ بی بی جی کے ٹی وی انٹینے کی طرف تھا ۔

"تم سب کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے ۔۔۔۔ صبح ہری ہری گھاس دیکھا کرو آنکھیں روشن ہوں گی تم لوگوں کی ۔۔۔۔" ناصر نے مصنوعی غصے سے کہا ۔

"ہاں نسخہ آسان ہے ۔۔۔۔۔" احتشام نے انگلیوں سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ۔

اُسی وقت حمیرا دوڑتی ہوئی وقار کے پاس آئی ۔

"بھائی ! امی بلا رہی ہیں ۔۔۔۔"

"تم جاؤ میں آتا ہوں ۔۔۔۔۔" وقار نے پُلیا کی دیوار پر کھڑے کھڑے کہا اور حمیرا واپس چلی گئی ۔ نہ معلوم وہ کب تک آسمان پر چاند تلاش کرتے رہے اور بالآخر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ۔ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اعلان کیا گیا کہ رمضان المبارک کا چاند نظر آگیا ہے ۔ سارے بچے اُس وقت تک سو چکے تھے صرف خاور جاگ رہا تھا ۔ چاند نظر آنے کا سُن کر خاور نے

کا کنستر لے کر گلی میں نکل آیا۔

"چاند نظر آگیا ہے..... چاند نظر آگیا ہے......" وہ گلی گلی جا کر چلّانے لگا۔

اگلے دِن پہلا روزہ تھا۔ سحری کے وقت بھی اچھی خاصی رونق سی ہوگئی تھی۔ ہر گھر جاگ رہا تھا۔ سڑکوں پر دُودھ والے سائیکلوں پر دوڑے چلے جا رہے تھے۔ بیکری کھُلی ہوئی تھی وہاں بھی اچھا خاصا رش تھا۔ سارے لڑکے گلی میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ کبھی ماسٹر، شاہ کی باتیں کرتے، کبھی کبوتر بازی کے موضوع کو لے کر بیٹھ جاتے۔ تھوڑی دیر بعد ہی سارے اپنے اپنے گھروں میں سحری کھا رہے تھے اور پھر جونہی سحری کا وقت ختم ہونے کا سائرن گونجا سارے ایک بار پھر اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ٹوپیاں سروں پر چڑھا کر مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔ نماز کے بعد مُفتی صاحب مسجد میں پندرہ بیس منٹ کا درس دیا کرتے تھے جس میں روزوں کے مسائل اور ان کے متعلق تمام معلومات بیان کی جاتی تھیں۔ بچے رمضان المبارک میں نہ معلوم کیسے اس قدر شریف ہو گئے کہ اس درس میں بھی بیٹھنے لگے ورنہ کہاں وہ پورا پورا سال مسجد کی شکل تک نہ دیکھتے تھے۔

درس سننے کے بعد وہ وہیں قریبی پارک میں بیٹھ گئے اور مکمل اُجالے کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر بعد جب اُجالا ہر سمت یکساں ہوگیا تو سب دوبارہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر اسکول کی تیاری کرنے لگے۔

خاور نے تین سال پہلے اپنی روزہ کشائی بڑی دھوم دھام سے کی تھی اس سے پچھلے سال اس نے پانچ اور اس سے پچھلے سال گیارہ روزے رکھے تھے اب کی مرتبہ اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ اس سال پورے روزے رکھے گا۔

پہلے روزے میں تو وہ کچھ کمزور سا نظر آنے لگا تھا مگر اگلے چند روزوں میں وہ پھر سے نارمل ہوگیا سب گھر والوں نے اس کو منع کیا کہ اس سال رہنے دو گرمی زیادہ پڑ رہی ہے۔ آئندہ سال پورے روزے رکھ لینا۔ مگر وہ نہ مانا۔ اس کو تو اب گویا ضد سی ہوگئی تھی۔

"میں پورے روزے رکھوں گا اور اسی سال رکھوں گا۔ امّی مجھے سحری میں ضرور اٹھایئے گا..... وہ روزانہ یہی کہہ کر سوتا تھا اور شوق کے مارے سب سے پہلے اس کی آنکھ کھُلتی تھی وہ لیٹتا بھی ایسی جگہ تھا جہاں گھڑی کے الارم کی آواز اس کے کانوں میں بھی پڑ سکے کہ اگر خدانخواستہ اس کی آنکھ خودبخود نہ کھُلے تو الارم کی آواز سے تو وہ اُٹھ جائے۔

گیارہویں روزے تک وہ مسلسل خود ہی سب سے پہلے اُٹھتا رہا اور باقاعدگی سے پورے روزے رکھتا رہا مگر اس رات وہ اُٹھ نہ سکا اس کی امّی نے بھی اُسے نہ اٹھایا کہ بچّہ ہے اتنے روزے اس سے برداشت نہ ہوسکیں گے اور پھر جب اس کی آنکھ کھُلی تو سورج کی روشنی پھیل چکی تھی وہ سٹپٹا کر اُٹھ بیٹھا۔ اور پھر جو اس نے رونا شروع کیا تو وہ کوئی اُسے چُپ نہ کرا سکا۔

"امّی آپ نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں ....."؟ وہ بار بار روتے ہوئے ایک ہی سوال کر رہا تھا۔ اُس روز اس نے نہ کھانا کھایا اور نہ پورا دِن پانی پیا۔

"بیٹا تمہارا روزہ نہیں ہے کھانا تو کھالو....."

"میرا روزہ ہے .....؟" اُس نے اطمینان سے کہا اور جواب میں امّی ہنس دیں۔

"یہ بھلا کیسا روزہ ہوا کہ نہ سحری کی، نہ آنکھ کھلی اور روزہ ہوگیا.....؟"

"جی نہیں..... مفتی صاحب کہتے ہیں کہ روزے کا تعلق نیّت سے ہوتا ہے۔ میری نیت تھی اور میرا روزہ ہے۔ وہ سختی سے اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا..... اور اس کی امّی کھانا واپس لے گئیں۔

پندرھویں روزے پر وہ پھر کسی کی مدد کے بغیر ہی سحری میں اُٹھ گیا..... اور پھر تو گویا ایک سلسلہ سا بندھ گیا چھبیویں روزے تک وہ خود بخود ہی اٹھتا رہا اس کے ماموں نظام اور راشد دونوں خاور کی ہمت پر دنگ رہ گئے ابھی اس کی عمر صرف (۱۰) دس سال تھی اور قوّت برداشت ایک عام آدمی کے برابر تھی۔

راشد کے آفس میں بڑے بڑے آدمی روزے کھائے جا رہے تھے اور یہاں ان کی عمروں کا چوتھائی حصہ باقاعدگی سے روزے رکھ رہا تھا۔

اُس روز اٹھائیسواں روزہ تھا بڑی بَلا کی گرمی پڑ رہی تھی ہر شے آگ بنی ہوئی تھی پوری گلی سنسان پڑی تھی دُور دُور تک کوئی نظر نہ آتا تھا۔ درختوں کے نیچے بیٹھے کتّے زبان باہر نکالے ہانپے جا رہے تھے۔ خاور اسی وقت ٹیوشن پڑھ کر واپس آ رہا تھا۔ پیاس کے مارے اس کے حلق میں کانٹے سے ابھر آئے تھے وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سورج مسلسل اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ گھر کے راستے ہی میں ایک پارک تھا جہاں لمبے اور گھنے سایہ دار درخت تھے۔ درختوں کی گھنی چھاؤں دیکھ کر وہ باغ ہی کی طرف مڑ گیا۔ کیوں کہ اس باغ سے تقریباً پندرہ منٹ کے فاصلے پر اس کا گھر تھا اور اُسے یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ گرمی کی اس تپتی دوپہر میں وہ گھر آرام سے نہ پہنچ سکے گا۔ وہ کچھ دیر سستانے کے لئے باغ کے گھنے درخت کے نیچے ہری ہری نرم گھاس پر بیٹھ گیا۔

دھوپ سر سے ہٹی تو اس کو عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ بڑا سکون آ رہا تھا باغ کی چھاؤں میں آکر...... اس نے اطمینان کے ساتھ ماتھے پر پھسلتے پسینے کو صاف کیا اور بیگ ایک طرف رکھ کر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گیا۔

پیاس کی شدت بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی......

"پانی پی لو"..... اچانک کسی کی آواز آئی اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ باغ میں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ دوبارہ سے ٹھیک ہو کر بیٹھ گیا۔

"پانی پی لو ....." آواز اب کے سرگوشی میں بدل گئی تھی اسی وقت درختوں کی ٹہنیوں سے ایک چھوٹے سے قد کا بوڑھا اُترا اور اُس کے پاس آکر بیٹھ گیا خاور اسے دیکھ کر سہم گیا اور بیگ اٹھاتے ہوئے اٹھنے کی تیاری کرنے لگا۔ چھوٹے قد کے اس بوڑھے سے اُسے خوف آ رہا تھا۔

"ڈرو مت ..... ڈرو مت ...... میں تمہارا دوست ہوں ....." بوڑھا اپنائیت کے ساتھ کہنے لگا لیکن خاور کو اُس سے ذرا بھی اُنسیت پیدا نہ ہوئی وہ بوڑھا اس کی آنکھوں کو بھلا ہی نہ لگا تھا۔

"تم نے روزہ رکھا ہے نا ....." بوڑھے نے اپنی کمزور سی اُنگلی اس کی طرف کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ....." خاور نے ایک لفظ میں اس کا جواب دیا۔

"اور تمہیں پیاس بھی بہت لگی ہے ....." بوڑھے نے اس کے دل کی بات کہہ دی۔

"ہاں ....." اس نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"تو پھر پانی پی لو نا ....." بوڑھے نے اپنے ماتھے کی جھریوں میں مزید گہرائی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"میرا تو روزہ ہے آپ کو پتہ نہیں کہ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ....." خاور نے بڑے آدمیوں کی طرح اُس بوڑھے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ..... مگر دیکھو نا ..... گرمی کتنی شدید ہے۔ یوں بھی تمہارے کون سے روزے پورے ہوگئے بارہویں روزے میں امّی نے تم کو اٹھایا ہی نہیں۔ اب جہاں ایک روزہ نکل گیا وہاں یہ بھی سہی رمضان کے پورے روزے تو تمہارے ہو ہی نہیں سکتے۔ اور پھر تمہیں یہاں اتنی پیاس لگ رہی ہے اگر تم پانی پی بھی لو تو تمہیں کون دیکھے گا" بوڑھا اس کو پچکارتے ہوئے کہنے لگا اور خاور سوچنے لگا "یہ بوڑھا نہ معلوم کون ہے؟ اس کے دل کی باتیں بھی جانتا ہے اور گھر کی بھی ..... بھلا اسے کس طرح پتہ چلا کہ مجھے امّی نے بارہویں روزے میں اٹھایا ہی نہیں۔ یا یہ کہ مجھے پیاس کتنی لگی ہے .....؟"

وہ بہت دیر تک سوچتا رہا اور غور کرتا رہا مگر اس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ یہ کون ہے؟ اور اتنی باتیں کیوں کر جانتا ہے ...؟

"پانی پی لو تمہیں بہت پیاس لگ رہی ہے ..... دیکھو نلکے سے کتنا صاف ستھرا شفاف پانی آرہا ہے اور آس پاس کوئی بھی نہیں ....."

بوڑھے نے پیاس کا نام لے کر اُس کی بجھی ہوئی پیاس کو پھر بھڑکا دیا۔

"کوئی نہیں دیکھ رہا تو کیا ہوا اللہ میاں تو اوپر بیٹھے دیکھ رہے ہیں نا ..... اگر میں نے روزہ توڑ دیا نا تو مجھے ڈراؤنے ڈراؤنے خواب آئیں گے پتہ ہے نیاز نے جب ایک دن جھوٹ بولا تھا نا تو اُسے خواب میں روزانہ بچھو کاٹنے کے

لئے آنا تھا.......

خاور نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا تو بوڑھا ہنسنے لگا۔

"ننھے بچے! اللہ میاں بچوں کو کچھ نہیں کہتے..... جاؤ شاباش اب جلدی سے دیکھو کہیں کوئی باغ میں آنہ جائے....."

بوڑھا جلدی مچانے لگا اور خاور ڈرتے ڈرتے نلکے کے پاس گیا اور گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

"یہاں کوئی نہیں ہے.... جلدی سے پانی پی لو کہیں کوئی دیکھ نہ لے....." بوڑھا مسلسل اس کی ہمت بڑھا رہا تھا خاور نے کپکپاتے ہاتھوں میں چلو میں پانی بھرا اور فٹافٹ پی گیا۔ پانی جوں ہی اس کے حلق سے نیچے اُترا اسے ایسے لگا جیسے سارے کانٹے حلق سے بہہ گئے ہوں..... پانی پینے کے بعد اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا..... اور وہ بیگ اٹھا کر تیزی سے گھر کی طرف دوڑنے لگا کہ کہیں کوئی اس کی چوری پکڑ نہ لے.... بوڑھا آناً فاناً غائب ہو گیا۔

جس وقت خاور گھر پہنچا دوپہر کے تین بج رہے تھے.... اور گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کا چہرہ لال بھبو کا ہو رہا تھا.....

"بیٹا اتنی گرمی تھی وہیں بیٹھ جاتے مجھے ٹیلی فون کر دیتے..... نہ معلوم تمہیں کتنی پیاس لگ رہی ہو گی.....؟"

امّی کی بات سن کر اس کو جھرجھری سی آگئی۔ پیاس تو اس کی بجھ چکی تھی وہ کیسے کہتا کہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے۔ اس نے امی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

شام کو جب سب دسترخوان پر افطاری کرنے بیٹھے تو ہر کوئی آج کے روزے کی سخت ترین گرمی کا تذکرہ کر رہا تھا خود راشد ماموں کہہ رہے تھے کہ پیاس کے مارے ان کا حلق سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا مگر خاور خاموش تھا سب اسی کی تعریفیں کر رہے تھے۔ دادی کہہ رہی تھی۔

"بھئی روزہ تو خاور کا ہے۔ نہ پیاس کی شکایت کرتا ہے نہ کھانے کا گلہ..... سچ کہتی ہوں اس کا روزہ ہم سب کے روزوں سے پہلے پہنچتا ہو گا اللہ میاں کے پاس....."

"ہاں بھئی..... اس کی ہمت تو دیکھو.... آج کے اس قدر تباہ کن روزے پر بھی کتنے اطمینان کے ساتھ بیٹھا تھا جیسے روزہ ہو ہی نا....." اختر بھائی بھی خاور کی تعریفیں کرنے لگے مگر خاور کے دل میں تو ہلچل سی مچی ہوئی تھی اس کا دل ایک ایک بات پر دھڑک جاتا تھا کہ ابھی کوئی یہ نہ کہہ دے کہ۔

"خاور نے باغ میں جا کر روزہ توڑا ہے....."

وہ دن اس کا اپنے آپ پر ملامت کرتے گزر گیا اس کے بعد وہ دوبارہ باغ میں نہیں گیا کہ کہیں پھر وہی بوڑھا

اس کو پانی پلوادے......!

روزے اپنے اختتام کی طرف بڑھتے چلے جارہے تھے کل آخری روزہ تھا اُس روز تو خاور کی پوری پارٹی نے بھی روزہ رکھا اور بلآخر رمضان شریف بھی ختم ہوگیا۔ وہ چاندرات تھی خاور اپنے عید کے کپڑے تو روزوں سے پہلے ہی لے آیا تھا مگر جوتے وہ ہمیشہ چاندرات ہی کو لے کر آتا تھا۔ خاور اپنے ابّو اور ماموں کو لے کر چاندرات کو بازار گیا اور جوتے لے آیا۔ نظام ماموں نے تو اسے عید کا ایک اور جوڑا خرید کر دیا۔ کہ اس نے اس دفعہ سارے روزے رکھے تھے......"

خاور کو اپنے سوٹ کے مقابلے میں نظام ماموں کا خریدا ہوا سوٹ زیادہ اچھا لگا ایک تو یہ نئے انداز اور خوب صورت ڈیزائن کا تھا دوسرا اس لئے کہ یہ اُس کے رمضان کے روزوں کا تحفہ بھی تھا۔

اگلے دن عید تھی رات کو وہ نظام ماموں کے ساتھ اپنی پوری پارٹی لے کر چھت پر کرکٹ کھیلتا رہا تقریباً رات ایک بجے وہ سوئے۔

صبح امّی نے سب کو باری باری اٹھادیا۔ بھائی نہانے کے لئے غسل خانے میں گئے تو وہ اخبار پکڑ کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد وہ بھی نہا کر ماموں کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر مسجد کی طرف جارہا تھا۔ آج وہ سب بچوں میں سب سے زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔ اور پھر اس کے کپڑے بھی تو سب سے خوبصورت تھے۔

نماز کے بعد خاور گلے ملتے ہوئے بھی سب سے بچ رہا تھا کہ کہیں کپڑے خراب نہ ہو جائیں۔

گھر آکر سب نے اس کو عید کی اور روزوں کی مبارکباد دی راشد ماموں نے اس کو سَو روپے عیدی بھی دی اور پھر تمام دن وہ لوگوں سے عیدیاں وصول کرتا رہا...... شام تک اس کی جیب خاصی گرم ہو چکی تھی۔ اس مرتبہ اس نے سوچا تھا کہ وہ پیسے جمع کر کے دو پہیوں والی چھوٹی سائیکل خریدے گا.... کیوں کہ اسکول جاتے ہوئے اسے اکثر خاصی دیر ہو جایا کرتی تھی اور پھر ٹیچروں سے ڈانٹ الگ پڑتی تھی اب تو اس کے پاس پیسے بھی اتنے جمع ہوگئے تھے کہ وہ نئی سائیکل بآسانی خرید سکتا تھا اور ابّو نے تو یہ بھی کہا تھا کہ اگر پیسے کم پڑ گئے تو وہ اپنے پیسے ملا کر سائیکل لے دیں گے۔

دوپہر کے بعد جب تھوڑی ٹھنڈک ہوئی تو خاور اپنے دوستوں میں جا کر بیٹھ گیا۔ سارے اپنی اپنی عیدی کے متعلق تذکرے کر رہے تھے.....

" پتہ ہے میں نے تو خان صاحب کو بھی نہیں چھوڑا زبردستی عیدی لی ان سے......" بدر نے پانچ کا نوٹ نکالتے ہوئے سب کو دکھایا۔

" اور میں نے بھی......" متقی نے اس کی حمایت کے بعد اپنا تذکرہ بھی ضروری سمجھا۔

"بھئی ہم کو تو اس مرتبہ اتنی عیدی ملی ہے کہ تم سب کے مِلا کر بھی مجھ سے زیادہ نہیں ہو سکتی....." خاور نے یہ کہکر بے ترتیب سے بہت سارے نوٹوں کو جیب سے نکال کر جھولی میں گرا دیا۔ سُرخ، ہرے کتھئی بہت سے نوٹ آپس میں ایک دوسرے کے درمیان سے جھلک رہے تھے سارے بچے نوٹ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

"اف خدایا اتنے نوٹ ....." وقار کی آنکھیں جھپکنا بھول گئیں۔

"کیا یہ سارے تمہارے ہیں.....؟" کاشف نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں تو کیا تمہارے ہیں.....؟" خاور نے سینہ تان کر نوٹوں کو واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یار خاور! اس مرتبہ تو ہم کو لال نوٹ کے درشن بھی نصیب نہ ہوئے....." شانی نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"لو میرا نوٹ لیکر دِل ٹھنڈا کر لو... مگر فوراً واپس کر دینا....." خاور نے سُرخ نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا تو شانی نوٹ ہاتھ میں پکڑ کر اسے چومنے لگا۔

"کاش تو میری جیب میں ہوتا....." شانی نے نوٹ خاور کو واپس کرتے ہوئے کہا تو سارے ہی اس کی لالچی طبعیت پر ہنس پڑے۔

چلو باغ میں چلتے ہیں آج آنکھ مچولی کھیلیں گے....." بدر نے سب کی تائید حاصل کرنے کے لیئے زور سے کہا۔

"ٹھیک ہے....." سب نے ایک ساتھ کہا اور بگٹٹ بھاگتے ہوئے باغ میں گھس گئے" پگم کی پگائی ہوئی اور خاور کو چور بننا پڑا۔ سب نے مل کر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اس کے اطراف گھومتے ہوئے تالیاں بجانے لگے......"

"ہمیں پکڑو..... ہم یہاں ہیں ....." لڑکے ایک طرف ہو کر چلاتے تو خاور آواز کی سمت دوڑتا لیکن لڑکے فوراً وہاں سے ہٹ کر دوسرے کونے پر چلے جاتے اور پھر ایک ساتھ تالیاں بجاتے ہوئے چلاتے۔

"ہم یہاں ہیں.... ہمیں پکڑو......" وہ کافی دیر تک گھاس پر اِدھر اُدھر بھاگتا رہا لیکن اس کے ہاتھ کوئی بھی نہیں آسکا۔ پھر اس کے اطراف شور جو اُبھر اُبھر کر اُسے دوڑنے پر اکسا رہا تھا اچانک ختم ہو گیا۔ خاور نے جلدی سے آنکھوں پر سے پٹی اتاری اور باغ میں گھورنے لگا سارے بچے اُسے چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ ایسا اکثر ہوتا تھا کہ آنکھ مچولی کے دوران کسی ایک کو چور بنا کر وہ سارے کے سارے واپس چپکے سے نکل جایا کرتے تھے آج خاور کے ساتھ بھی وہی کھیل دہرایا گیا تھا۔ اُس نے آنکھوں سے پٹی اتاری اور بڑبڑایا۔

"بچو! سب کو مزہ چکھا دوں گا....."

وہ واپس جانے کے لئے مڑا کہ باغ کے مالی بابا نے اُسے روک لیا۔

"آؤ ہم کھیلتے ہیں "آنکھ مچولی"

"مگر بابا آنکھ مچولی میں تو تب مزہ آتا ہے جب بہت سارے بچے ہوں اور یہاں تو کوئی بھی بچہ نہیں سوائے میرے"

"ارے ہم جو ہیں تمہارے ساتھ کھیلنے کے لئے .... لو بھئی! ہم چور بنتے ہیں پھر تم ......" اور پھر وہ دونوں کافی دیر تک آنکھ مچولی کھیلتے رہے ..... جب مالی بابا تھک کر ہانپنے لگا تو خاور ایک طرف کے درخت پر چڑھ کر گھاس پر چھلانگیں لگانے لگا ....."

اچانک ایک چرچراہٹ ہوئی اور خاور حفاظت سے نیچے آگیا مگر اس کے عید کے نئے کپڑوں کی ایک آستین ٹہنیوں ہی میں اٹک گئی اس کا ایک بازو پورا ننگا ہو چکا تھا ...

"خاور چوٹ تو نہیں آئی ..... "بابا نے جلدی سے اُسے جا کر دیکھا۔

"نہیں مالی بابا .... مگر میرے یہ عید کے نئے کپڑے ....." وہ پھٹی ہوئی آستین کو دیکھ کر رونے لگا۔ اُسے ان کپڑوں سے بہت پیار ہو گیا تھا ....."

"چلو کوئی بات نہیں ..... ابھی ہم کچھ کرتے ہیں ....." مالی بابا نے ملبے سے سالن سے اس کی آستین تو آثار دی مگر خاور تو رویا ہی چلا جا رہا تھا۔ اسے یہ ڈر نہیں تھا کہ ماموں یا ابو ماریں گے اُسے تو صرف یہ افسوس تھا کہ اس کے سب سے پیارے کپڑے پھٹ گئے تھے ..... اور اس کی عید ادھوری ہو گئی تھی۔

"روتے نہیں ہیں .... آؤ اندر چل کر اِس قمیض کو سیتے ہیں ....." مالی بابا خاور اور اس کی پھٹی ہوئی قمیض لے کر اپنی پھولوں اور بیلوں سے بنی کٹیا میں لے آئے جہاں ان کی بیوی نے خاور کی قمیض اتاری اور اس کی اُدھڑی ہوئی آستین کے ساتھ مشین پر چڑھا دی۔

"اچھا خاور آؤ ہم ادھر بیٹھ کر تمہیں ایک کہانی سناتے ہیں ....." مالی بابا خاور کو کٹیا کے کونے پرے آئے تاکہ یہ کہانی کوئی دوسرا نہ سن سکے .... مالی بابا نے گلا کھنکارا اور کہنے لگے۔

"آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے ایک آدمی یہاں پر رہا کرتا تھا وہ بے حد نیک دِل اور سچا آدمی تھا لوگ اس سے ملنے دور دور سے آتے تھے اس کی سچائی کی دھوم ہر جگہ تھی پھر جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں کو بہت دکھ ہوا۔ لوگ اب بھی اس جگہ پر آتے جہاں پر وہ بیٹھا کرتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ لوگ بھی بوڑھے ہو گئے اور سب لوگ اس سچے آدمی کو بھول گئے کچھ عرصے بعد اس جگہ پر جہاں وہ سچا آدمی رہتا تھا ایک اُلٹا درخت نکلا ..... اُلٹا وہ اس طرح تھا کہ اس کا تنا پہلے اُوپر سے نیچے آیا اور پھر نیچے سے اوپر کی طرف بڑھ کر درخت کی صورت اختیار کر گیا۔ لوگ نہیں

جانتے تھے کہ یہ درخت اُس سچے آدمی کی یادگار ہے۔ اِس درخت پر جو بھی جھوٹا یا بے ایمان شخص چڑھتا درخت اس کو کسی نہ کسی طرح نقصان ضرور پہنچاتا۔ ایک مرتبہ رمضان کے دِن تھے میں اس وقت بہت چھوٹا تھا شاید تمہاری عمر کا اس دِن میں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا لیکن میرے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا اور کہنے لگا پانی پی لو بھلا تمہیں کون دیکھے گا۔ میں نے اس کی باتوں میں آکر پانی پی لیا۔ اور روزہ ٹوٹ گیا پھر جب میں عید کے روز اسی باغ میں آیا تو میں بھی اس اُلٹے درخت پر چڑھ گیا اور پھر وہی ہوا جو تمہارے ساتھ ہوا تھا۔ دراصل خاور بیٹے! عید صرف ان کی ہوتی ہے جو پورے روزے رکھیں اگر کہیں بھی کوئی روزہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے یا توڑ دیا جائے تو عید بھلا مکمل کہاں ہوتی ہے؛ پتہ ہے آج تم بھی اسی اُلٹے درخت سے گرے ہو۔ اور تمہاری عید کے کپڑے بھی ادھورے رہ گئے مجھے لگتا ہے تم نے بھی کوئی روزہ توڑ دیا ہے ...... دیکھو سچ بولنے والے ہمیشہ نڈر اور دلیر ہوتے ہیں اور جھوٹے بولتے ہیں نا اُن کے اندر چور بیٹھا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی بات نہ پکڑی جائے ..... سچ سچ بتاؤ تم نے کوئی روزہ توڑا ہے نا .....''

مالی بابا نے پوری کہانی ایک ہی سانس میں سنا ڈالی اور خاور کے جواب کا انتظار کرنے لگے خاور کہانی سن کر حیران رہ گیا تھا اب بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کیوں کہ درخت نے اسے پہچان لیا تھا وہ پہلے رونے لگا اور پھر بولا۔

بابا مجھے اس بوڑھے نے ہی کہا تھا کہ روزہ توڑ لو تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا اور میں نے ایک دن روزہ پانی پی کر توڑ ڈالا تھا..... خاور نے سچ سچ مالی بابا کو بتا دیا۔

''شاباش! ..... خاور تم نے سچ بھی بولا ہے اور غلطی مان بھی لی ..... پتہ ہے وہ بوڑھا کون تھا.....؟

''نہیں .....؛ خاور نے جلدی سے کہا۔

''وہ بوڑھا خبیث شیطان تھا ..... اگر تم اس کو پہچان لیتے اور لاحول ولا پڑھتے نا تو اس پر آسمان سے جوتیاں برستیں اور وہ چلّاتا ہوا بھاگ جاتا .....'' مالی بابا نے اُسے پھر چونکا دیا تھا۔

''مگر بابا اب میں کیا کروں ..... میری تو عید بھی اُدھوری رہ گئی ہے .....'' اُس نے اپنی سلتی ہوئی قمیض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا.....

''تم اللہ سے سچے دِل سے معافی مانگنا اور توبہ کرنا ..... اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے وہ یقیناً تمہیں معاف کر دے گا اور پھر تمہاری عید بھی مکمل ہو جائے گی..... مالی بابا نے اس کو مزید ہدایات دیں۔ وہ وہیں پر بیٹھ کر رو رو کر اللہ سے معافیاں مانگنے لگا۔

''اللہ میاں ..... میرے پیارے اللہ میاں ..... مجھے معاف کردیں۔ میں نے بے ایمانی کی تھی ..... اللہ میاں مجھے

معاف کردیں ...... اور پھر اس کے دِل کو قرار آگیا۔ اُس وقت مالی بابا کی بیوی نے اس کی قمیض دوبارہ سے ویسی ہی سی دی اس نے جلدی جلدی خوشی سے قمیض پہنی اس کی عید دوبارہ مکمل ہوگئی تھی۔ وہ سلام کرتا ہوا گھر کی طرف خوشی خوشی دوڑنے لگا..... وہ دِل میں سوچ رہا تھا اب جو بھی کوئی بے ایمانی کرے گا کرے گا وہ اسے الٹے درخت پر لے آیا کرے گا۔ وہ یہ تو نہیں جانتا تھا کہ مالی بابا نے اس کو فرضی کہانی سنائی ہے ورنہ تو انہوں نے خود اس کو روزے کے دوران پانی پیتے ہوئے دیکھ لیا تھا مگر وہ اس لئے چُپ رہے کہ کسی مناسب موقع پر اس کو نصیحت کریں گے اور آج وہ موقع ہاتھ آگیا تھا۔

جب بھی رمضان آتا ہے خاور روزے رکھتا ہے اور اس باغ میں ضرور جاتا ہے تاکہ کہیں وہ بوڑھا شیطان اس کو نظر آئے تو وہ لعنت بھیج کر اس کو آسمان سے آگ کی بنی ہوئی گرم گرم جوتیاں ضرور پڑوائے ......!

ہماری دوستی کو نظر مت' لگا دیجے گا

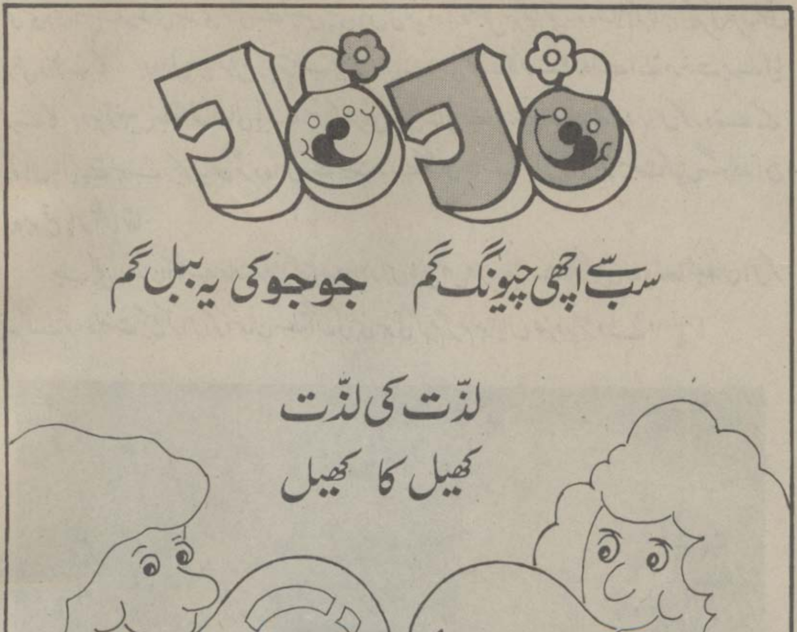
سب سے اچھی چیونگ گم
جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

عید کے دِن

سیّد عبدالودود شاہ

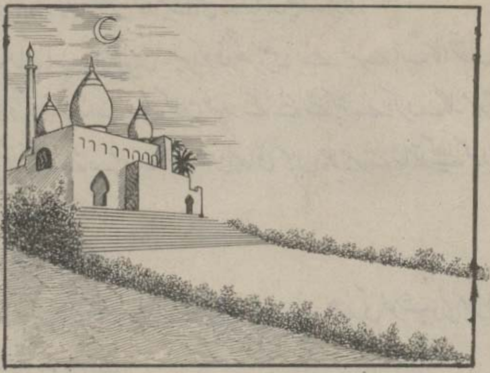

عید کا دن تھا۔

ہر طرف رونق تھی۔ چہل پہل تھی بچّے رنگ برنگے کپڑے پہنے خوشی سے اُچھلتے کودتے پھر رہے تھے۔ بڑے مسکرا مسکرا کر ایک دوسرے سے گلے مل کر عید کی مبارک باد دے رہے تھے۔

خوشیاں تھیں، مسرّتیں تھیں ـــ کوئی غمزدہ تھا نہ پریشان نہ تنہا۔

لیکن ـــ ایک جگہ ایک بچّہ بیٹھا تھا۔ اس کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ بالوں میں دُھول اَٹی ہوئی تھی۔ اور چہرے پر آنسوؤں کی ٹیڑھی میڑھی لکیریں تھیں۔

اس روز جب ساری دنیا خوشیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ناراض دوست بھی اپنی ناراضگی بھول کر گلے مل رہے تھے۔ ہر گھر پر خوشیوں کی پریاں چھم چھم کرتی ناچ رہی تھیں۔

وہ بچّہ اکیلا اور اُداس بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے کسی خوشی کا کوئی رنگ نہیں تھا۔ اس کے ساتھ کوئی کھیلنے والا نہیں تھا۔ عید کے دن بھی وہ میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا ـــ اور معلوم نہیں کب سے بھوکا بھی تھا۔

اتنے میں ایک شخص اِدھر سے گزرا ـــ روشن چہرہ اور پُروقار چال ڈھال سے وہ کوئی نہایت

معزز آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے کپڑے اگرچہ قیمتی نہیں تھے۔ لیکن بہت صاف ستھرے چہرے پر بہت نرمی اور ملائمت تھی۔ ایک مستقل مسکراہٹ گویا اس کے وجود کا حصہ تھی۔ وہ اُسے دیکھ کر رک گیا۔

"بیٹے تم یہاں کیوں بیٹھے ہو"؟ اس نے پوچھا۔

بچے نے ایک لمحے کے لئے تو سوچا کر جواب کیا دے مگر اس آدمی کے لہجے میں اتنی زیادہ شفقت اور اتنی مٹھاس تھی کہ وہ چند لمحے اس نہایت پر وقار شخص کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر بولا۔

"جناب۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میرے باپ کا انتقال بہت پہلے ہو چکا ہے۔ ماں بھی ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ اب مجھے کون عید کے نئے نئے کپڑے لا کر دے گا۔ میری ماں نہیں ہے جو مجھے اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلائے۔ میرے کوئی بہن بھائی نہیں جو میرے ساتھ کھیلے کودیں۔ اب بتائیے میں کیا کروں"۔ بچہ رو دیا۔

وہ شفیق اور رحم دل آدمی مسکرایا۔

"بیٹے تم کو بھی یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔ رونے کی کیا بات ہے۔ عید کی خوشیوں میں تمہارا بھی تو حصّہ ہے عید تو دراصل بچوں کی خوشی کا نام ہے۔"

بچے نے حیرت سے اس شخص کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے آپ کو بتایا نہیں"؟

اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اجنبی کو پھر غور سے دیکھا۔

وہ نیک دل شخص پھر مسکرایا۔ "بیٹے کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمہارا باپ ہو۔ عائشہؓ تمہاری ماں ہو اور فاطمہؓ تمہاری بہن ۔۔۔!

بچہ خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ اور پھر اُسے باپوں میں سب سے بہتر باپ ماؤں میں سب سے پیاری ماں اور بہنوں میں سب سے پیاری بہن کی عید کی خوشیوں میں حصّہ اور ان کی آغوشِ شفقت میں پناہ مل گئی۔ اور آج واقعی عائشہؓ اور فاطمہؓ کو عید کی خوشیوں کا رنگ محسوس ہو رہا تھا۔

اور وہ بچہ ۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جس کے ماں باپ نہیں تھے۔ جس کے بہن بھائی نہیں تھے۔ اسے سب سے مقدس باپؐ اور سب سے نیک ماںؓ اور سب سے پیاری بہنؓ مل گئی ہے۔

ہے نا حیرت کی بات!

وجیہہ احمد صدیقی

انڈوں کے چھلکوں سے بنے ہوئے مختلف ڈیزائن جو تزئین کے لئے انمول اور حسین ترین چیزوں میں شمار ہوتے ہیں۔

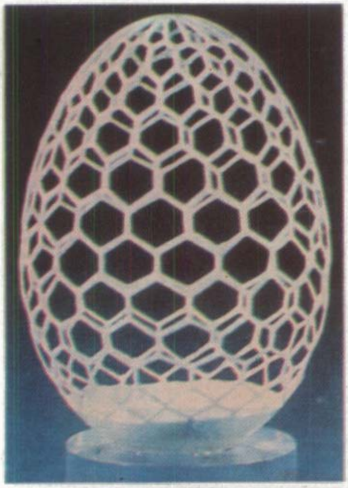

ہم لوگ انڈا تو کھا لیتے ہیں لیکن چھلکے کو تو پوچھتے ہی نہیں بلکہ چھلکے کو اٹھا کر کسی کوڑے دان میں ڈال دیتے ہیں۔ لیکن امریکہ کے ہوبرٹ ٹائمسٹ نے انڈے کے بے کار چھلکوں کو بھی کارآمد بنا لیا ہے۔ ہمارے نزدیک تو انڈے کا ایک ہی استعمال ہے کہ اس کو کسی بھی طریقے سے پکا کر کھا لیا جائے اور اس کے چھلکے کو ڈسٹ بن میں پھینک دیا جائے لیکن ہوبرٹ ٹائمسٹ نے انڈے کے چھلکوں کو تراش کر نہایت خوبصورت ڈیزائن بنائے ہیں ان میں امریکہ کے مشہور مجسمہ آزادی کی نقل بھی شامل ہے ہوبرٹ ان ڈیزائنوں کے لئے مرغی اور بطخ کے انڈوں کے چھلکے استعمال کرتے ہیں ہوبرٹ صاحب ایک مکمل انڈے کو لیکر اُس کے سرے پر ایک سوراخ کر کے اس میں سے اس کی زردی اور سفیدی سرنج کے ذریعے نکال دیتے ہیں اور اس کی جگہ آٹا بھر دیتے ہیں اس کے بعد ان کو جو نقشہ بھی بنانا ہوتا اس کا خاکہ کھینچتے ہیں اس کے بعد ڈیزائن کو ہلکے ہلکے ڈرل مشین کے ذریعے کاٹتے ہیں، ہوبرٹ کی عمر ۱۵ سال ہے اب تک دو سو ڈیزائن بنا چکے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مجسمہ آزادی والا انڈا انہوں نے ۱۱۰ گھنٹوں میں مکمل کیا تھا۔ ہے نا حیرت کی بات؟

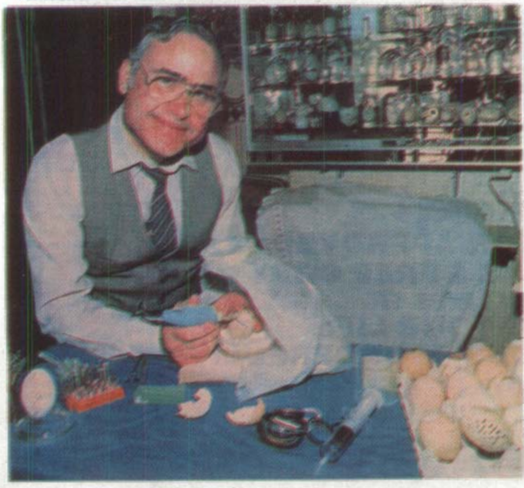

a great new taste
mayfair
Fruta Chew
Chew it, you'll love it.
Fruta Chew
Fruta Chew
mayfair
– the sweet favourites

قُلفیاں

موسمِ گرما کے لیے کلیسو چُغتائی کا خصوصی تحفہ

راشد نے حساب کا کام ختم کر کے کاپی بستے میں رکھی۔ آج کے سوالات خاصے مشکل تھے لیکن وہ بھی دُھن کا پکا تھا۔ سارے سوالات حل کر کے ہی دم لیا، بستے کو اس کی مخصوص جگہ رکھ کر اس نے ایک گلاس پانی پیا۔ اور کمرے کی لائٹ بند کر کے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ لیٹنے سے قبل وہ کمرے کی چھوٹی لائٹ جلانا نہ بھولا تھا۔ اُسے معلوم تھا، بالکل تاریک کمرے میں سونے سے حُضورؐ نے منع فرمایا ہے۔

سونے سے پہلے راشد روزانہ، چند دعائیں پڑھا کرتا تھا، یہ دعائیں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے تمام مسلمانوں کو سونے سے پہلے یہ دعائیں پڑھنے کی ہدایت کی ہے
راشد نے دعائیں پڑھیں اور سونے کے لئے آنکھیں مُوند لیں۔ اسی وقت برابر والے کمرے سے
اس کے ابّو کی آواز آئی۔
"ارے بھئی سُنتی ہو" وہ شاید راشد کی امّی کو آواز دے رہے تھے۔
"کیا ہوا" راشد کی امّی کی آواز دُور سے آئی۔ وہ غالباً باورچی خانے میں تھیں۔
"بھئی یہاں تو آؤ" راشد کے ابّو کی گھبرائی ہوئی آواز آئی "یہ کیا ہو گیا"
"کیا ہوا؟" راشد کی امّی برابر والے کمرے میں آ گئیں۔ دونوں کمروں کے درمیان بنے
دروازے پر پردہ لٹک رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں روشنی تھی اور پردے پر راشد کی امّی کا سایہ حرکت
کر رہا تھا۔
"بھئی یہ دُودھ خراب ہو گیا ہے" راشد کے ابّو کی پریشان آواز آئی۔
"ہائے۔! کیسے ہو گیا" راشد کی امّی کی آواز آئی۔
"مجھے کیا معلوم۔ تم نے گرم نہیں کیا ہو گا۔ راشد کے ابّو غصیلی آواز میں بولے۔
"نہیں! گرم تو کیا تھا۔ مگر اب کیا کریں؟" راشد کی امّی بولیں۔
"کرنا کیا ہے؟ نقصان ہونا تھا ہو گیا۔"

"اب قُلفی کیسے بنے گی؟"
"جاتا ہوں، اور دُودھ کا انتظام کرتا ہوں کہیں سے۔"
راشد کے ابّو بولے۔
"مُفت میں بیٹھے بٹھائے تیس روپے کی چپت پڑ گئی" راشد کی امّی کی آواز سے صاف ظاہر
تھا کہ انہیں دُودھ خراب ہو جانے کا بہت افسوس ہے۔ "سنئے! اس دُودھ کو کام میں نہیں لا
سکتے۔؟"
"کیسے؟ خراب دُودھ کی قلفی بنا دوں"؟ راشد کے ابّو نے پوچھا۔
"میں کب کہہ رہی ہوں کہ سارا دُودھ استعمال کر لیں۔ آدھا دُودھ استعمال کر لیں۔ اس طرح کام
تو چل جائے گا"
"چھوڑو" میں تازہ دودھ لے آتا ہوں"۔ راشد کے ابّو اُٹھ کر چپل پہننے لگے۔ ان کا سایہ بھی دروازے

کے پردے پر لرزنے لگا۔
"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" راشد کی امّی بولیں" یہ دُودھ کس کام آئے گا، کچھ پتا بھی ہے آپ کو تیس روپے کا تازہ دودھ آئے گا میری مانیئے اس دودھ میں سے آدھا دودھ استعمال کر لیجئے"
"اچھا بھئی جیسے تمہاری مرضی" راشد کے ابّو کی آواز آئی۔ راشد سو گیا؟"
"ہاں، کب کا" دُور سے راشد کی امّی کی آواز آئی۔ شاید وہ واپس باورچی خانے میں چلی گئی تھیں۔
چھوٹے سے بلب کی دھیمی دھیمی روشنی میں راشد بستر پر لیٹا آنکھیں پھاڑے، چھت سے لٹکے بلب کو گھورے جا رہا تھا۔ کمرے میں ٹھنڈک تھی لیکن اس کے چہرے پر پسینے کی بُوندیں نمودار ہو گئیں تھیں اور سانس تیز تیز چل رہی تھی۔
"اگر ابّو نے خراب دُودھ سے قلفی بنا دی تو۔؟" اس کے ذہن میں بار بار یہ سوال ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا۔ "اگر اس قلفی کو کھا کر کوئی بچہ بیمار پڑ گیا تو؟"
راشد کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا اس کے ابّو قلفیاں بنا بنا کر اُسی اسکول کے سامنے فروخت کرتے تھے۔ انہوں نے گلے سڑے پھل بیچنے والوں، چھولے والوں اور سستی قسم کی پیسٹری، بسکٹ، لے کر کھڑے ہونے والوں کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ اسکول کے سامنے کھڑے ہو کر یہ خراب اشیاء فروخت نہ کریں۔ صرف ایک پھل والے بوڑھے چاچا اور راشد کے ابّو نے بھی ہیڈ ماسٹر صاحب سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ ہمیشہ اچھے دودھ کی قلفی بنا کر فروخت کریں گے۔
"لو بھئی میں لے آیا تھوڑا سا دُودھ" راشد کے ابّو نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"بس ٹھیک ہے۔ یہ تازہ دُودھ خراب والے دودھ میں ملا کر قلفی بنا دیجئے۔" راشد کی امّی کی آواز آئی۔
"اُف!" راشد نے گھبرا کر سوچا، اب کیا ہو گا؟" ابھی چند دن پہلے تو اس نے اخبار میں خبر پڑھی تھی کہ زہریلی قلفی کھا کر ایک ہی خاندان کے چھ افراد ہلاک ہو گئے تھے اور دیگر دس افراد بیمار پڑ گئے تھے اس نے سوچا کہ وہ اُٹھ کر اپنے ابّو کو قلفی بنانے سے روک دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اندر ہی اندر کُڑھتا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ابّو نے خراب دودھ استعمال کرنے کا فیصلہ اس لئے تو کیا ہے کہ گھر کے مالی حالات اچھے نہیں ہیں۔ اگر وہ تیس روپے کا تازہ دودھ لے آتے تو گھر کا خرچ کیسے چلتا؟ ابّو کو آخر میرے اسکول کی فیس دینی ہوتی ہے کتابیں خرید کر دینی ہوتی ہیں، روزانہ گھر میں کھانا پکتا ہے

سال میں دو تین جوڑے کپڑے بنتے ہیں۔ پھر گھر کا ہر ماہ کرایہ جاتا ہے۔ سَو طرح کے خرچ ہیں، کہاں سے پُورے کریں" اس کے کانوں میں اپنے اسکول کے استاد شرافت حسین کی آواز گونجنے لگی۔

" بچّو، یہ بات اچھّی طرح یاد رکھو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے وہ جنّت میں جا نہیں سکتا' اس کے لئے جہنم کی آگ ہی بہتر ہے۔"

"جہنم! راشد کو جُھرجُھری سی آگئی "کتنی تکلیف دہ جگہ ہوگی جہنم"

اس کی نظروں کے سامنے آگ کے بڑے بڑے شُعلے رقص کرنے لگے، ایک بار اس کے گھر کے قریب ایک عمارت کو آگ لگ گئی تھی، اسے وہ منظر آج تک یاد تھا جب عمارت سے نکلتے ہوئے آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور اندر پھنسی ہوئی عورتوں اور بچّوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں، پھر جب فائر بریگیڈ کے کئی انجنوں نے چار گھنٹے کی کوشش کے بعد آگ بُجھا دی تھی تو اندر سے جلے ہوئے زخمیوں کو نکالا گیا تھا، ان کا پورا بدن جُھلس گیا تھا اور کھال جل کر اندر سے گوشت جھلک رہا تھا۔

"نہیں، نہیں" راشد نے گھبرا کر اپنے بستر کے قریب بچھی میز کے ایک پائے کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔" میں جہنم میں نہیں جانا چاہتا، مگر میں کیا کروں؟ میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں ابّو کو کیسے منع کروں کہ وہ قلفی نہ بنائیں۔ کیا وہ میرے کہنے سے مان جائیں گے؟ مجھے اِن سے ڈر بھی تو لگتا ہے۔"

وہ کچھ سوچتا ہوا اٹھا۔ کمرے سے باہر نکلا اور باتھ رُوم کی طرف جانے لگا، اس کے ابّو قلفی بنا رہے تھے۔ اس کی امّی نے اسے دیکھ کر کہا "بیٹا چینی بالکل ختم ہوگئی، اب تم اُٹھ گئے ہو تو جاکر لے آؤ، ورنہ صبح کو مشکل ہوگی۔"

"اچھا امّی" راشد یہ کہہ کر باتھ روم چلا گیا۔ فارغ ہو کر اس نے امّی سے پیسے لئے اور گھر سے باہر نکل آیا۔

اس کا رُخ دکان کی جانب نہیں بلکہ اسکول کی سمت تھا اسکول کے قریب پہنچ کر وہ ایک مکان کے دروازے پر رُک گیا۔ جھجکتے ہوئے اس نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں کے بعد مکان کا اندرونی دروازہ کھلا اور روشنی کی کرنیں باہر جھانکنے لگیں۔ دروازہ کھولنے والے ہیڈ ماسٹر صاحب ہی تھے انہوں نے راشد کو پہچان لیا، اور حیرانی سے بولے،

" ارے راشد تم؟ اس وقت، خیریت تو ہے؟"

"جی آپ سے ایک بات کہنی تھی"۔ راشد نے ذرا ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں آؤ اندر آجاؤ۔" ہیڈ ماسٹر صاحب نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور بولے "ہوں، اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

"جی! وہ..." راشد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔ "بولو بیٹے گھبراؤ مت۔ خود اعتمادی پیدا کرو اپنے اندر" ہیڈ ماسٹر صاحب نے نرم لہجے میں کہا، اُن کے اس جملے سے راشد نے اپنے اندر اچانک تبدیلی محسوس کی، اس نے مضبوط لہجے میں کہا،

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کل ابّو کو قلفیاں فروخت کرنے سے روک دیں"۔

"کیا؟" ہیڈ ماسٹر صاحب حیران رہ گئے، "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ روک دوں؟ مگر کیوں؟"

"اس لئے کہ آج ابّو نے جو قلفی بنائی ہے اس میں خراب دُودھ استعمال ہوا ہے"

"تمہیں یقین ہے؟" ہیڈ ماسٹر صاحب نے پُوچھا۔

"جی ہاں میں نے خود سُنا ہے، دُودھ خراب ہوگیا تھا لیکن ابّو نے اس میں کچھ تازہ دودھ ملا کر قلفی بننے کے لئے رکھ دی ہے"۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔ وہ کچھ دیر تک غور سے راشد کی طرف دیکھتے رہے پھر انہوں نے پُوچھا۔

"بیٹا تم نے مجھے شدید اُلجھن میں ڈال دیا ہے اور میں سخت حیران ہوں کہ تم اپنے والد کی شکایت لے کر بے جھجک میرے پاس چلے آئے ہو، کیا تم بتا سکتے ہو، تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"آپ کے پاس آنے سے پہلے خود میں بھی بہت پریشان تھا اور دیر تک سوچتا رہا" راشد نے کہنا شروع کیا پھر مجھے خیال آیا کہ ایک تو خراب دُودھ سے بنی ہوئی قلفی کی کمائی ناجائز ہوگی۔ دوسرے اگر اس قلفی کو کھا کر کوئی بچّہ بیمار پڑ گیا یا اللہ نہ کرے۔ کچھ اور ۔۔ ہوگیا...... تو .... تو...... اُس بچّے کے ماں باپ کا کیا حال ہوگا؟ سر آپ کل ابّو کو روک دیجئے.... ورنہ..... ورنہ....." راشد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"صبر... صبر بیٹے ذرا ٹھہرو.... تم بالکل فکر مت کرو، کل انشاء اللہ خراب قلفیاں فروخت نہیں ہوں گی۔ بس تم جاؤ"۔

راشد نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو سلام کیا اور ان کے مکان سے نکل آیا۔ راستے میں اس نے ایک دکان سے

چینی خریدی اور اپنے گھر چلا آیا اس کی امّی انتظار کر رہی تھیں۔

"کہاں رہ گئے تھے؟ تمہاری یہی عادت خراب ہے۔ راستے میں کوئی دوست مل جائے تو کھڑے ہو جاتے ہو..." اس کی امّی نے ڈانٹا۔

راشد نے کوئی جواب نہیں دیا اور چینی کی تھیلی امّی کو پکڑا کر بستر میں گھس گیا کچھ دیر اس کے ذہن میں خیالات کی جنگ ہوتی رہی وہ آنے والے کل کے متعلق سوچتا رہا پھر آخر کار اسے نیند آ گئی۔

صبح سویرے اس کی آنکھ کھل گئی اذانیں ہو رہی تھیں، وضو کر کے اس نے فجر کی نماز ادا کی اور راشد نے دعا مانگی کہ اللہ میاں، ہمیں ہمیشہ حلال رزق دیجئے اور اس میں برکت دیجئے، اور ہم سب کی حفاظت کیجئے، اللہ میاں ہر ایک کو خراب قلفیوں سے محفوظ رکھنا۔"

تیار ہو کر اس نے جلدی جلدی ناشتہ کیا اور اسکول پہنچ گیا اسکول کی چھوٹی سی عمارت کے سامنے چند ہی بچّے جمع تھے جو پھل والے چاچا سے پھل خرید رہے تھے راشد کے اسکول پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد راشد کے ابّو قلفیوں کا ٹھیلا لے کر اسکول پہنچ گئے، اسی وقت اسکول کے چپراسی نے آ کر ان سے کہا: "آپ کو ہیڈ ماسٹر صاحب بلا رہے ہیں۔"

"اچھا! ابھی آتا ہوں" راشد کے ابّو ٹھیلا چھوڑ کر اندر چلے گئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اپنی کرسی پر بیٹھے تھے دیگر استاد ابھی شاید آئے نہیں تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے راشد کے ابّو کو کرسی پیش کی، جب راشد کے ابّو بیٹھ گئے تو ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا،

"میں نے آپ کو مبارک باد دینے کے لئے بلایا ہے۔"

"مگر کس بات کی؟" راشد کے ابّو نے حیران ہو کر پوچھا،

"اس بات کی کہ اللہ نے آپ کو اتنا پیارا ہیرے جیسا بیٹا عطا کیا ہے،"

"جی" راشد کے ابّو اب بھی کچھ نہ سمجھ سکے تھے۔

"میں کچھ کہہ کر آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا، صرف آپ کو یہ اطلاع دینی ہے کہ آپ آج اسکول کے باہر قلفیاں فروخت نہیں کر سکتے" راشد کے ابّو نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن ہیڈ ماسٹر نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا اور بولے: "مجھے آپ کے بچّے راشد نے بہت متاثر کیا ہے اللہ اس کی عمر دراز کرے میں اسے ایک انعام دینا چاہتا ہوں" یہ کہہ کر انہوں نے گھنٹی بجا کر چپراسی کو بلایا اور اسے راشد کو بلانے کی ہدایت کی، چند لمحوں بعد راشد ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا،

اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ وہ بہت گھبرایا ہوا ہے،

"آجاؤ بیٹے!" ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا "اندر آجاؤ" میں نے تمہیں صرف یہ دینے کے لئے بلایا ہے،

انہوں نے ایک لفافہ راشد کی طرف بڑھادیا اس میں تین سو روپے ہیں، یہ کوئی خیرات نہیں ہے، تمہارا انعام ہے اصل انعام اور اصل اَجر تو تمھیں اللہ سے ملے گا، تم نے آج بہت سے بچّوں کی زندگیوں کو خطرے میں پڑنے سے بچالیا ہے، حالانکہ تمہارے گھر کے مالی حالات اچھے نہیں ہیں لیکن تم نے ذرا سے فائدے کی خاطر بے ایمانی کو پسند نہیں کیا، اور اس معاملے میں اپنے والد تک کی پرواہ نہ کی،

میں تمہیں سلام کرتا ہوں میرے بچّے۔"

"مجھے مُعاف کردیجئے ماسٹر صاحب" راشد کے ابّو نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا،

"میں بھول گیا تھا کہ رزق دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے"

کمرے میں گہرا سناٹا طاری ہوگیا تھا۔ راشد کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے، شاید خوشی کے آنسو!!۔

کاغذ کی کہانی

کاغذ سازی کی صنعت کا آغاز چین سے ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے ۱۰۵ سال بعد ایک چینی "سائی لیون" نے ابتدار میں مچھلی پکڑنے کے پُرانے جال اور بعد میں بعض سبزیوں کے ریشے لیئے پھر انہیں خوب اچھی طرح دھوکر ان میں غیر ریشے دار اجزار نکال کر پانی میں ڈال دیئے تاکہ ان کی لگدی تیار ہو جائے اس لگدی میں بہت زیادہ پانی تھا گُودے میں ایک چوکھٹے کو جس میں، جالی جیسا کپڑا لگا تھا۔

گودا رکھ کر چوکھٹے کو باہر نکال کر ایک طرف رکھ دیا تاکہ اس میں سے پانی ٹپک کر نکل جائے اور گودے کی تہہ جالی کے ساتھ جم جائے۔ اس کے بعد اس چوکھٹے کو کپڑے پر اُلٹا کر کے گودے کی محدُود چوکور تہہ کو کپڑے پر منتقل کردیا جاتا پھر اسے خوب اچھی طرح دباکر، خشک کرلیا جاتا اس طرح کاغذ تختے کے بعد تختے کی شکل میں تیار کیا جاتا۔

کتنا دور ہٹنا ہے

اگر سڑک پر چلتے ہوئے گاڑی سامنے آجائے تو سڑک کے کنارے تک ہٹ جاؤ۔ گھوڑا گاڑی ہو تو پانچ گز تک ہٹنا ضروری ہے۔ ہاتھی ہو تو دس گز تک لیکن اگر کسی بڑے آدمی کا آمنا سامنا ہو جائے تو فوراً ایک سو گز دور ہٹ جاؤ۔

اشتہار منجانب:- راوی گلاس ۱- دیال سنگھ مینشنز۔ دی مال لاہور

جیسے کو تیسا

رشید ارشد

ایک بچھّو اور ایک کچھوے کا
دوستانہ بہت ہی گہرا تھا!
چوں کہ درپیش آگیا تھا سفر
کچھوا اور بچھّو پہنچے دریا پر!
بچھّو کو پیٹھ پر سوار کیا!
کچھوا منجّ دھار تک ہی پہنچا تھا
بچھّو نے ڈنک ایک دو مارے!
کچھوا بولا، "ارے! کیا کرتا ہے؟

بچھّو پھر ڈنک مار کر بولا
اس طرح اُس نے اپنا منہ کھولا
"میں ہوں مجبور اپنی فطرت سے!
ورنہ کچھ دشمنی نہیں تم سے!"
اب تو کچھوے کو آگیا "تاؤ"!
بولا بچھّو سے، "بھاڑ میں جاؤ!
میری غوطہ زنی کی عادت ہے!
اچھّی ہے یا بُری، یہ عادت ہے!"

یہ کہا۔ اور ایک غوطہ لیا!
عقربِ نامراد ڈوب گیا!

(خیال فارسی سے)

پُرلطف پُرذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
delicious
cool
refreshing
450 GRAMS
TIPU ENTERPRISES FAISALABAD

سید عبدالودود شاہ

چھوٹی سی ایک کہانی

یہ قِصّہ صدیوں پہلے کے الجزائر کا ہے۔

عرب سردار ابو عکاس وہاں بارہ قبائلی بستیوں کا حاکم تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کی ریاست میں ایک قاضی ایسا ہے جو بڑی ذہانت کے ساتھ فیصلے کرتا ہے جس سے ہر مظلوم کو انصاف مل جاتا ہے۔

ابو عکاس نے ایک تاجر کا لبادہ پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس بستی کی جانب چل دیا تاکہ اس قاضی کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ وہ بستی کے قریب پہنچا تو اس بستی کی طرف جاتے ہوئے ایک کمزور اور لاغر شخص نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ گھوڑے

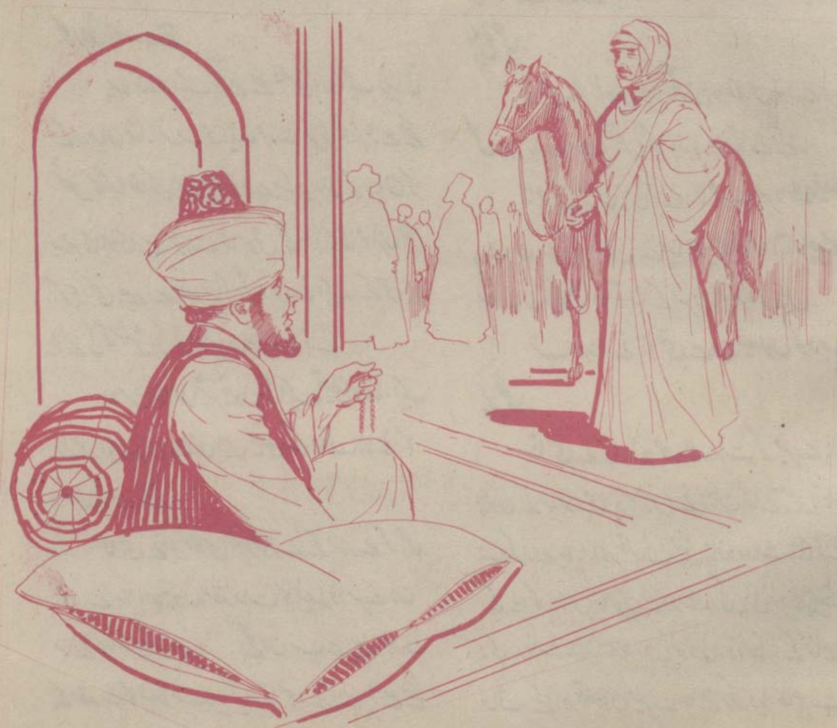

پر بٹھالے۔

ابو عکاس نے اسے ساتھ بٹھالیا۔ لیکن جب بستی میں پہنچ کر اسے اتارنا چاہا تو وہ شور مچانے لگا: "لوگو یہ ہٹاکٹا شخص میرا گھوڑا چھیننا چاہتا ہے۔ اتارو۔ اس ظالم کو میرے گھوڑے کے اوپر سے۔"

لوگ اکٹھے ہو گئے اور دونوں کو قاضی کے پاس لے چلے۔

ابو عکاس کو غصہ تو بہت آیا، لیکن اس نے سوچا قاضی صاحب کی ذہانت آزمانے کا یہ اچھا موقعہ ہے۔

قاضی صاحب کے ہاں اس وقت دو مقدمے اور بھی پیش ہو رہے تھے۔

پہلا تنازعہ ایک پڑھے لکھے فلسفی اور ایک دیہاتی کے درمیان تھا۔ قریب ہی ایک عورت کھڑی تھی۔ پڑھے لکھے شخص کا کہنا تھا کہ یہ میری بیوی ہے جبکہ دیہاتی کہہ رہا تھا کہ یہ میری بیوی ہے۔ عورت خاموش تھی اور بڑی خوفزدہ نظر آ رہی تھی جیسے اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے ایک کے حق میں بولنے کی کوشش کی تو دوسرا اسے مار نہ ڈالے۔

دوسرا معاملہ اشرفیوں کی ایک تھیلی کا تھا۔ ایک بزاز اور ایک تیلی دونوں اس تھیلی کے مالک ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔

قاضی نے ابو عکاس اور گھوڑے کے مقدمے کو بھی غور سے سنا اور تینوں مقدمات کا فیصلہ دوسرے دن سنانے کا اعلان کر دیا۔ اگلے دن سب سے پہلے عورت کے مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا۔ قاضی نے اسے پڑھے لکھے شخص کی بیوی قرار دیا دیہاتی کو پچاس کوڑے مارنے کی سزا دی گئی۔

دوسرے فیصلے میں اشرفیوں کی تھیلی بزاز کے حوالے کر دی گئی اور تیلی نے کوڑوں کی سزا پائی۔

تیسرے مقدمے کا فیصلہ سنانے سے پہلے قاضی نے ابو عکاس کو سامنے اصطبل میں جا کر اپنا گھوڑا لانے کے لئے کہا۔ وہاں اسی نسل اور اسی قسم کے بیس گھوڑے کھڑے تھے۔ ابو عکاس کو بڑی الجھن کا سامنا کرنا پڑا وہ ناکام واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب قاضی نے اس کمزور شخص کو گھوڑے کی شناخت کے لئے کہا تو وہ فوراً اس گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔

قاضی نے فیصلہ سنایا۔ گھوڑا ابو عکاس کو دے دیا گیا اور بددیانت شخص کو تازیانے لگائے گئے۔

تاجر کے بھیس میں آنے والا عرب سرداران فیصلوں پر حیران رہ گیا۔ اس نے اپنا اوپر کا لبادہ اتار پھینکا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ تو ان کے سردار ابو عکاس ہیں۔

تب سردار نے قاضی سے ان فیصلوں کی وجہ پوچھی۔

قاضی نے کہا: "یہ عورت رات کو میرے بال بچوں کے ساتھ رہی۔ صبح میں نے زنان خانے میں آواز دے کر اسے بلایا اور قلمدان میں تازہ روشنائی ڈالنے کے لئے کہا۔ اس خاتون نے دوات کی پرانی روئی پھینک دی۔ روشنائی تازہ روئی پر ڈالی۔ دوات کے کنارے صاف کئے اور قلمدان میرے سامنے رکھ دیا۔ ظاہر ہے

اس کام کو سمجھنے والی اور باسلیقہ خاتون ایک پڑھے لکھے انسان کی بیوی تو ہوسکتی ہے کسی جاہل شخص کی بیوی نہیں ہوسکتی۔"

"سبحان اللہ"۔ ابوعکاس پکار اٹھا، "اور اشرفیوں کا فیصلہ کیسے ہوا؟"

قاضی نے کہا، "میں نے اشرفیاں رات کو پانی کے ایک برتن میں ڈال دی تھیں، تھیلی بھی اس میں بھگودی تھی، صبح جب دیکھا تو پانی کی سطح پر تیل کا ایک ذرہ تک نہ تھا، جبکہ تیلی کے کپڑوں پر بھی تیل لگا ہوا تھا اور ہاتھوں پر بھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ تھیلی کس کی ہوسکتی ہے۔"

"جزاک اللہ"۔ ابوعکاس نے مسرت کے ساتھ کہا، "اور میرا معاملہ کیسے حل ہوا؟ میں تو گھوڑے کو پہچان بھی نہ سکا تھا۔"

قاضی نے کہا، "مسئلہ صرف آپ کے پہچاننے کا نہیں تھا، سوال یہ تھا کہ گھوڑا بھی آپ کو پہچانتا ہے یا نہیں۔ آپ جب اپنے گھوڑے کے پاس سے گزرے تو وہ خوشی سے ہنہنایا۔ جبکہ اس شخص کے پاس آنے پر گھوڑے نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے لات گھمائی۔"

حاکم نے آگے بڑھ کر قاضی کو سینے سے لگالیا اور کہا، "بخدا آپ کا مقام میری مسند پر ہے۔ مگر افسوس کہ میں آپ کی مسند پر بیٹھنے کا اہل نہیں۔"

کیوری میری

۷، نومبر ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئیں۔ وہ ایک شخصیت جسے دوبار نوبل انعام ملا وہ یہی خاتون تھیں مڈم کیوری اپنے شوہر پائیرے کے ساتھ پیرس میں ایکس رے (X-RAYS) پر تحقیق کر رہی تھیں۔ اور ان ELEMENTS کی تلاش میں تھیں جس کے ذریعہ یہ شعاعیں (RAYS) بنتی ہیں برسہا برس کی جستجو کے بعد انہوں نے ریڈیم کو علیحدہ کیا۔ اور اس تلاش نے انہیں دنیا کی مشہور خاتون بنا دیا۔ ۱۹۰۳ء میں دونوں میاں بیوی کو نوبل انعام ملا تین سال کے بعد ان کے شوہر ٹریفک کے ایک حادثہ میں ہلاک ہوگئے۔ لیکن اس حادثہ کے غم کے باوجود کیوری نے اپنا کام جاری رکھا اور ۱۹۱۱ء میں انہیں دوبارہ نوبل پرائز ملا۔ ریڈیم کو بہت سے مقاصد میں استعمال کیا جاتا ہے، کچھ عرصہ قبل تک کینسر کے علاج میں ریڈیم کے شعاعوں سے ہی کام لیا جاتا تھا۔

انڈس
واٹر کولر

پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹروپاک
کلیپر فین

برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین سائنس کی اختراعی پیشکش

آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے

حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے

وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔

* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * بجز معمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائینڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مُبرّا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
* تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر

ایک سال کی گارنٹی

کوئی شکایت ہو تو فون 233667 کر کے فوری ہوم سروس حاصل کیجئے۔

البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، مچھی میانی روڈ۔ کراچی۔ فون: ۲۳۳۶۶۷

MASS

عجیب مشکل ہے

یہاں سات مختلف افراد کی تصاویر دی جا رہی ہیں اور نیچے انہی سات افراد کے پاؤں کا نقش بھی۔ اب آپ کو یہ بتانا ہے کہ کون سا نقش کس کا ہے۔

"ہے نا عجیب مشکل؟"

Reshma 222®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
AMIN
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس :4602، کراچی۔ فون:237856-231343
MASS

دوسرا حصّہ

حق اسکواڈ

اخلاق احمد

ماموں کی تلاش

حق اسکواڈ کے چاروں ارکان امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور چھٹیاں گزار رہے تھے۔ چاروں ارکان اپنے خارجی ہیڈ کوارٹر میں اپنے اپنے کاموں میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مشق کرتے رہتے تھے۔ ایک دن شہریار نے سب کے سامنے پکنک کی تجویز رکھی۔ سب لوگ راضی ہو گئے۔ کھانے پینے کی چیزیں اور انتظامات کی تقسیم ہوئی۔ اور دریا پر پکنک منانے کا پروگرام طے کیا گیا۔ تمام تیاریوں کے ساتھ اسکاؤٹوں کی طرح ——————— دوسرے دن شام کو حق اسکواڈ پکنک پر روانہ ہوا۔ دریا کے کنارے خیمہ لگاتے کے بعد انہوں نے چائے بنانے کی تیاری شروع کر دی۔ پھر مچھلیاں پکڑنے کا مقابلہ شروع ہوا۔ اس مقابلے کے دوران کو اچانک ایک موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی۔ سب لوگ جھاڑیوں کی آڑ میں لیٹ گئے۔ موٹر سائیکل سوار نے ایک بوری کو دریا میں پھینکا۔ شہزاد اور شہریار یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بوری میں کیا ہے۔ دریا میں کود پڑے۔ جب انہوں نے بڑی مشکل سے بوری کو دریا سے نکالا تو انہیں سخت حیرت ہوئی کیونکہ اس بوری میں ایک لڑکا بند تھا۔ وہ بیہوش تھا۔ انہوں نے اس کے پیٹ سے پانی نکالا۔ مصنوعی طور پر سانس بحال کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ لڑکا ہوش میں آ گیا۔ لڑکے نے اپنا نام اختر بتایا۔ حق اسکواڈ کے ارکان نے یقین دلایا کہ وہ اُس کے دوست ہیں۔ تفصیلات کے بعد معلوم ہوا کہ اختر کے ماموں اُس کو پھینک کر گئے تھے۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے والدین لاکھوں کی جائیداد کے مالک تھے۔ جائیداد پر قبضہ کرنے کی خاطر ماموں نے مجھے بوری میں بند کیا اور دریا میں پھینک دیا۔

شہریار نے کہا کہ ہمیں اپنے ماموں کے پاس لے چلو۔ اختر بہت حیران ہوا۔ حق اسکواڈ کے ارکان اختر کے ماموں سے ٹکرانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اب آگے پڑھیے۔

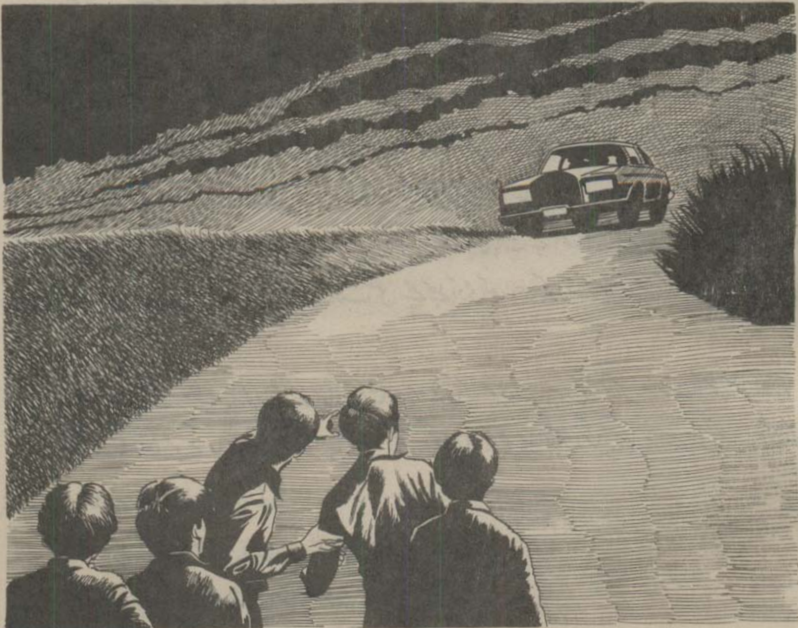

اختر حیرانی سے ان چاروں کو دیکھ رہا تھا۔

وہ چاروں چلنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

کیسی عجیب بات تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے انہوں نے اسے موت کے منہ میں جانے سے بچایا تھا۔ اسے تسلی دی تھی۔ اس سے ہمدردی کی تھی اور اب اس کی مدد کے لئے تیار کھڑے تھے۔

وہ چاروں لڑکے اختر کو بہت عجیب لگ رہے تھے۔ اور غیر معمولی۔ ان کی باتوں میں خلوص تھا۔ اور ان کے چہرے پر دوستی کا پیغام تھا۔

"کیا ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے ہو بھائی۔" سرفراز نے کہا۔

اختر چونک کر بولا۔ "کچھ نہیں .... کچھ بھی نہیں۔"

ضیاء نے کہا۔ "پھر چلو۔ دیر کس بات کی ہے۔ ماموں جان سے ملنے چلتے ہیں۔"

اختر نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ چاروں اپنا سارا سامان سمیٹ چکے تھے۔ خیمہ اور دریاں اور ٹیپ ریکارڈر اور برتن اور کھانا ان کے کندھوں پر لٹکے ہوئے تھیلوں میں پیک ہو چکا تھا۔

"چلو۔" اختر نے کہا۔ "لیکن ہمیں اقبال نگر جانا ہے۔ اور اقبال نگر یہاں سے تقریباً پندرہ میل دُور ہے۔"

"پندرہ میل۔!" سرفراز حیرت سے چلّایا۔ "یہ سارا سامان اٹھا کر ہم پندرہ میل کا سفر طے کریں گے۔؟"

"نہیں۔" شہریار طنزیہ لہجے میں بولا۔ "ابھی میں شہنشاہوں کی طرح تالی بجاؤں گا۔ اندھیرے سے ہمارے ملازمین نکلیں گے جو ہمارے سامان کو اور ہمیں کندھوں پر اٹھا کر ہمیں اقبال نگر تک لے جائیں گے۔" اس نے غصّے سے سرفراز کی طرف دیکھا۔ "بیوقوف آدمی۔ رات کے اس وقت پیدل جانے کے سوا اور کون سا راستہ ہے۔"

سرفراز نے سر کھجایا۔ "میرا مطلب ہے.... پیدل چلنا بہت اچھی بات ہے۔ صحت کے لئے بھی اچھا ہوتا ہے۔ لیکن رات اللہ تعالیٰ نے سونے کے لئے بنائی ہے۔ میں نے اب تک کسی اچھے بھلے آدمی کو رات کے وقت پندرہ میل کا سفر پیدل چلتے نہیں دیکھا۔"

"آج دیکھ لو گے۔" ضیاء نے کہا۔ "ارے بھائی پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو ہر روز سات آٹھ میل دوڑتا ہوں۔ تم لوگ بھی آج میرے ساتھ دوڑو۔ بلکہ ایسا کرو۔ ریس لگا لیتے ہیں۔ جو پہلے اقبال نگر پہنچ جائے اسے باقی سب لوگ دس دس روپے انعام کے طور پر دیں گے۔"

شہزاد نے کہا۔ "مقابلہ کرنا ہی ہے تو بجلی کے آلات صحیح کرنے میں کر لو۔"

شہریار بولا۔ "جوڈو کراٹے میں مقابلہ کر لو۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔"

اختر حیرت سے ان چاروں کو دیکھ رہا تھا۔ "یہ آپ لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔؟"

سرفراز ہنسا۔ "پاگلوں جیسی۔ دراصل پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد اگر کسی بھی نارمل آدمی کو سونے کے بجائے پندرہ میل پیدل چلنے کے لئے کہا جائے تو وہ اسی قسم کی باتیں کرے گا۔"

شہریار بولا۔ "فضول گفتگو ختم۔ اب ہم سفر شروع کرتے ہیں۔"

پانچوں نے چلنا شروع کر دیا۔

رات کا سناٹا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر چاند تھا جس کی بدولت انہیں راستہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد بڑی سڑک آگئی۔

ان پانچوں نے سڑک پر لگا ہوا بڑا سا بورڈ دیکھا جس پر لکھا تھا۔ "اقبال نگر۔ پندرہ میل"۔ نیچے تیر کا نشان تھا جس کو دیکھ کر وہ بائیں جانب مڑ گئے اور سیدھے چلتے گئے۔

"پندرہ میل۔" سرفراز بڑبڑا رہا تھا۔ "ایک، دو، تین، چار، پانچ، دس، پندرہ۔ خدایا۔ میں کن لوگوں میں پھنس گیا ہوں۔"

سب سرفراز کی آواز سن رہے تھے لیکن جواب میں کوئی نہ بولا۔

سرفراز دھیمی آواز میں بولتا رہا۔ "پندرہ میل چلتے چلتے ہم سب کے جوتے گھس جائیں گے۔ ایڑیاں گھس جائیں گی۔ ہمارے پیر گھستے گھستے ختم ہو جائیں گے۔ جب ہم اقبال نگر پہنچیں گے تو گھٹنوں کے بل چل رہے ہوں گے۔"

اس کی باتوں پر سب مسکرا رہے تھے لیکن خاموش چل رہے تھے۔

"اقبال نگر میں لوگ ہمیں حیرت سے دیکھیں گے۔" سرفراز بولتا رہا۔ "گھٹنوں کی مدد سے چلنے والوں کو دیکھ کر عورتیں چیخیں ماریں گی۔ بچے دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں گے۔ لوگ ہمیں پکڑ کر عجائب گھر لے جائیں گے۔ وہاں ہم سب کو شیشوں کے بنے ہوئے شو کیس میں رکھ دیا جائے گا۔ باہر بورڈ لگا دیا جائے گا۔ "یہ مریخ سے آنے والی مخلوق ہے"۔ لوگ ٹکٹ لے کر ہمیں دیکھنے آیا کریں گے۔"

"خدا کے واسطے سرفراز۔" شہریار نے بالآخر چیخ کر کہا۔ "تمہاری بکواس سن سن کر میرے سر میں درد ہونے لگا ہے۔"

سرفراز ہنسا۔ "ابھی صرف سر میں درد ہوا ہے۔ پندرہ میل چلو گے تو پیروں میں، پنڈلیوں میں، گھٹنوں میں، پورے بدن میں درد ہونے لگے گا۔"

"اچھا، چپ ہو جاؤ۔" شہریار نے کہا۔ "میں اختر سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" پھر اس نے اختر کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم نے بتایا تھا کہ تمہارے والدین کی جائیداد پر تمہارے ماموں اور ممانی نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس جائیداد کے کاغذات بھی تو

ہوں گے۔ قانونی دستاویزات ہوں گی جن سے ثابت ہوتا ہوگا کہ جائیداد کا اصل مالک کون ہے ۔"
"ہاں کاغذات ہیں۔" اختر نے کہا۔
"کہاں ہیں۔؟"
"ماموں کے پاس ۔" اختر بولا۔" انہوں نے وہ کاغذات اپنے بستر پر بچھے ہوئے گدّے کے نیچے چھپا کر رکھے ہیں۔ مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ کاغذات ان کے پاس ہیں۔ لیکن ایک دن جب میں ممانی کی ہدایت کے مطابق گھر کی صفائی کر رہا تھا تو وہ کاغذات مجھے بستر کے نیچے نظر آگئے ۔"
"بہت خوب ۔" شہزاد نے کہا۔" گویا ماموں جان رات کو ان کاغذات کے اوپر سوتے ہیں۔ بہت خوب۔"
شہریار نے پوچھا۔" تم نے اچھی طرح دیکھے تھے وہ کاغذات ۔؟"
"ہاں۔" اختر نے جواب دیا۔
"جائیداد ابھی تمہارے والدین ہی کے نام ہے ۔؟"
"ہاں۔"
"ماموں جان نے اپنے نام تو نہیں کرائی ۔؟"
"نہیں۔ لیکن ایک روز وہ رات کے وقت ممانی سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں سو چکا ہوں۔"
"میں نے سنا، وہ ممانی سے کہہ رہے تھے، اس مصیبت کا خاتمہ ہو تو جائیداد اپنے نام کرالیں ۔"
"کون سی مصیبت ۔؟" ضیاء نے حیرت سے پوچھا۔
"میں ۔" اختر مسکرایا۔" میں ہی تو وہ مصیبت تھا جس کی وجہ سے وہ جائیداد اپنے نام نہیں کرا سکتے تھے۔"
"لیکن تمہارے ماموں جان نے جائیداد کی خاطر تمہیں قتل کرنا چاہا ۔؟" سرفراز نے پوچھا۔
اختر نے کہا۔" تاکہ وہ دنیا پر یہ ثابت کر سکیں کہ جائیداد کا وارث اختر گھر سے بھاگ گیا ہے۔"
"وہ ہر ملنے جلنے والے سے کہتے تھے کہ اختر آوارہ ہو گیا ہے۔ آوارہ لڑکوں میں اٹھنے بیٹھنے لگا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے ٹھکانے لگانے کے بعد وہ ہر ایک کو یہی بتانے کا ارادہ رکھتے ہوں گے کہ ان کی بات صحیح ثابت ہوئی اور اختر واقعی گھر سے بھاگ گیا ہے۔"
"بہت خوب۔" شہزاد نے پھر کہا۔" اچھا منصوبہ ہے۔ بہت خوب ۔"
شہریار نے غصّے سے شہزاد کی طرف دیکھا۔" یہ تم بار بار بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو ۔؟"
شہزاد مسکرایا۔" تمہارا سوال بھی اچھا ہے۔ بہت خوب..... بلکہ بہت ہی خوب ۔!"

دیر تک وہ خاموش چلتے رہے۔
سنسان رات میں سڑک پران کے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

وہاں سے چند میل دور اقبال نگر کے ایک خوبصورت سے مکان میں اختر کے ماموں اور ممانی باتیں کر رہے تھے۔
ماموں جان کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف تھا۔ روشنی ان کے گنجے سر پر پڑ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے سر چمک رہا تھا۔

ممانی جان بہت موٹی تھیں۔ اتنی موٹی کہ اس وقت کرسی میں پھنسی نظر آ رہی تھیں لیکن وہ جس قدر موٹی تھیں، ان کی آواز اتنی ہی پتلی تھی۔

"تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔؟" ممانی جان نے اپنی پتلی سیٹی جیسی آواز میں پوچھا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا۔؟" ماموں جان نے اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "اتنی رات کو بھلا کون جاگ رہا ہوتا ہے۔ لیکن وہ بوری لے جانا بڑا مشکل کام تھا۔"

"کیوں۔؟" ممانی نے پوچھا۔

"اری نیک بخت! تو نے کبھی کسی موٹر سائیکل پر کسی کو اتنی بڑی بوری لے جاتا دیکھا ہے۔ مجھے ایک تو یہ ڈر لگ رہا تھا کہ بوری راستے میں گر کر کھل نہ جائے۔ اور دوسرے آس پاس کا خوف تھا کہ رات کو گشت کرنے والے سپاہی مجھے نہ روک لیں کہ اتنی رات کو اس بوری میں کیا لے جا رہے ہو۔"

"الٰہی خیر۔" ممانی نے لرز کر کہا۔ "کیا ملا کوئی پولیس والا۔؟"

ماموں نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔ "تمہارا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہے۔ ارے اگر پولیس والا مل جاتا تو میں اس وقت یہاں نہ ہوتا۔ حوالات میں بیٹھا ہوتا نصیبوں کو رو رہا ہوتا۔"

"چلو اچھا ہوا۔" ممانی بولیں۔

"ہاں۔" ماموں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "بوری دریا میں پھینکتے وقت بھی ڈر رہا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ لیکن وہاں دُور دُور تک کوئی نہیں تھا۔ اب اختر مر چکا ہے۔"

"ہاں۔ اختر مر چکا ہے۔" ممانی نے ان کی بات دہرائی۔

"لیکن یاد رکھو۔" ماموں نے کہا۔ "کسی کے سامنے یہ نہ کہہ دینا کہ اختر مر چکا ہے۔ ہر ایک سے یہی کہنا کہ اختر اپنے کسی آوارہ دوست کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ کہہ دینا کہ اُسے فلموں میں کام کرنے کا شوق تھا۔ ہیرو بننا چاہتا تھا۔ ہم اُسے منع کرتے تھے۔ بڑے

لکھنے گے لئے کہتے تھے۔ اس لئے بھاگ گیا۔"

"میں ہر ایک سے یہی کہوں گی۔" ممانی نے کہا۔ "مجھے تو اختر کے چلے جانے پر صرف ایک بات کا افسوس ہے۔"

ماموں نے حیرت سے اپنی وزنی بیوی کو دیکھا۔ "افسوس ہے۔؟ کس بات کا افسوس ہے۔"؟

ممانی نے ایک آہ بھر کر کہا۔ "ارے اب گھر کا کام کون کرے گا؟ کون کپڑے دھوئے گا۔؟ سودا کون لائے گا۔؟ صفائی کون کرے گا؟ میرا سر کون دبائے گا۔؟"

"ایسی بیوقوف عورت میں نے ساری زندگی میں نہیں دیکھی۔" ماموں نے غصے سے کہا۔ "اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آئی کہ اختر کے جانے کے بعد ہم لاکھوں کی جائیداد کے مالک ہو گئے ہیں۔

"ہم ایک کے بجائے چار نوکر رکھ لیں گے۔ سارا کام نوکر کیا کریں گے۔"

ممانی خوش ہو گئیں۔ "ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اب تو ہم نوکر رکھ سکتے ہیں۔ کار خرید سکتے ہیں۔ جائیداد بیچ کر ہم ہر چیز خرید سکتے ہیں۔"

ماموں مسکرا رہے تھے۔

ممانی بھی مسکرا رہی تھیں۔

"خدا کا شکر ہے۔" ماموں نے کہا۔ "ہماری راہ کا آخری کانٹا بھی نکل گیا۔!!"

لیکن ماموں جان کو پتہ نہیں تھا کہ ان کی راہ کا آخری کانٹا ابھی نکلا نہیں ہے۔

جس اختر کو وہ اپنی دانست میں دریا میں پھینک چکے تھے، وہ زندہ تھا۔! ماموں جان بھول گئے تھے کہ موت اور زندگی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی مارنے والے سے زیادہ طاقتور بچانے والا ہوتا ہے۔

اختر صحیح سلامت تھا۔ زندہ تھا۔ اور حق اسکواڈ کے چاروں ارکان کے ساتھ اقبال نگر کی جانب آ رہا تھا۔

"بھائی اختر۔" سرفراز اس سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارے ماموں جان اگر تمہیں دریا میں پھینکنے کے لئے اتنی دور نہ آتے...... میرا مطلب ہے کہ اگر وہ تمہیں کسی کنوئیں وغیرہ میں پھینک دیتے تو ہمیں پندرہ میل پیدل تو نہ چلنا پڑتا۔"

"یہ سب مقدر کے کھیل ہیں۔" شہزاد نے چلتے چلتے کہا۔ "تمہاری تقدیر میں لکھا تھا کہ تم آج کی رات پندرہ میل پیدل چلو گے بلکہ "ہم سب کی تقدیر میں لکھا تھا۔"

سنسان سڑک پر اچانک پیچھے سے روشنی دکھائی دی۔

پانچوں نے پلٹ کر دیکھا۔

شاید کوئی کار اس طرف آرہی تھی۔
شہریار چلتے چلتے رک گیا۔ باقی چاروں بھی رک گئے۔
"ہم لفٹ لینے کی کوشش کریں گے" شہریار نے اچانک کہا۔ "ہوسکتا ہے کار والا اقبال نگر کی طرف ہی جارہا ہو"
روشنیاں قریب آتی گئیں۔ کار بہت تیز رفتار سے آرہی تھی۔ اب اس کی روشنی ان پانچوں پر پڑ رہی تھی۔
شہریار نے سڑک کے کنارے کھڑے کھڑے ہاتھ لہرایا۔
تیز رفتار کار کے بریک لگنے کی آواز سنائی دی۔ پہیئے چرچرائے اور کار ان کے قریب رک گئی۔
اندر ایک مرد اور ایک عورت بیٹھے تھے۔ شاید وہ میاں بیوی تھے۔ پچھلی نشست پر ان کا دو سالہ بیٹا سو رہا تھا۔
شہریار نے انہیں سلام کر کے کہا "کیا آپ اقبال نگر کی طرف جا رہے ہیں۔؟"
"ہاں" مرد نے کہا۔ "تم لوگ کون ہو اور اس وقت کیا کر رہے ہو۔؟"
"ہمیں اقبال نگر جانا ہے۔ اپنے ماموں کے گھر۔ اگر آپ ہمیں وہاں تک چھوڑ سکیں"
مرد نے ان پانچوں کو غور سے دیکھا، پھر بولا "بیٹھ جاؤ"
عورت نے اپنے سوتے ہوئے بیٹے کو اٹھا کر اپنی گود میں لٹا لیا اور وہ پانچوں پچھلی نشست پر پھنس کر بیٹھ گئے۔
کار روانہ ہوئی اور ذرا سی دیر میں ہوا سے باتیں کرنے لگی۔
کار کی تیز روشنی سڑک پر پڑ رہی تھی۔
"خدا کا شکر ہے" سرفراز نے سرگوشی میں کہا۔ "لفٹ نہ ملتی تو پندرہ میل میں سب کا کباڑہ ہو جاتا۔!!"

صرف دس منٹ بعد وہ اقبال نگر پہنچ چکے تھے۔
مرد نے کار اس تیز رفتاری سے چلائی تھی کہ وہ پانچوں سانس روکے بیٹھے رہے تھے۔ لیکن وہ بڑا ماہر ڈرائیور تھا۔ کار کو وہ کھلونے کی طرح چلاتا تھا۔
"بہت شکریہ جناب" اترنے کے بعد شہریار نے کہا۔ "اگر رات کا وقت نہ ہوتا تو ہم آپ کو ماموں جان کے گھر چلنے کی دعوت ضرور دیتے۔ آپ کی مدد کا بہت بہت شکریہ"
مرد نے غور سے شہریار کو دیکھا۔ "صاحبزادے" وہ بولا۔ "مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم شاید مجھ سے یا میرے نام سے واقف نہیں ہو۔ میں اقبال نگر تھانے کا انچارج ہوں۔ انسپکٹر مراد۔ میں آدمی کے لہجے سے اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے یا سچ۔ عام طور پر رات کے وقت یوں آوارہ پھرنے والے لڑکوں کو ہم تھانے میں بند کر دیتے ہیں۔ لیکن تمہارے

چہروں پر شرافت کے آثار ہیں۔ تم پڑھے لکھے ہو اور اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہو۔ اس لئے میں تمہیں یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے جس سے مجھے یا میرے تھانے کے عملے کو پریشانی ہو۔"

کار ایک جھٹکے سے روانہ ہوئی اور دیکھتے دیکھتے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

وہ پانچوں حیرت سے منہ کھولے کھڑے تھے۔

"بھائی شہریار۔" سرفراز نے کہا۔ "یہ انسپکٹر ضرورت سے زیادہ ذہین نہیں تھا۔؟"

"ہاں۔" شہریار نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ "بے انتہا ذہین آدمی تھا۔"

وہ مڑے اور اختر کی رہنمائی میں آگے چل پڑے۔

وہ گلیوں سے گزرتے گئے۔ اختر آگے چل رہا تھا۔

ہر طرف سناٹا تھا۔ دوکانیں بند تھیں۔ سڑکیں اور گلیاں ویران تھیں۔

وہ نالیاں پھلانگتے، کیچڑ سے بچتے، چھوٹی سڑکوں سے گزرتے، آگے بڑھتے گئے۔

بعض جگہ کتے انہیں دیکھ کر بھونکے اور پھر خاموش ہو گئے۔ وہ ایک پارک میں سے گزرے جہاں ہر طرف پودے لہلہا رہے تھے۔

"کتنی دور جانا ہے بھائی۔؟" سرفراز نے چلتے چلتے کہا۔ "کیا ابھی پندرہ میل اور چلنا ہے۔؟"

اختر ہنسا۔ "نہیں۔ گھر قریب آگیا ہے۔"

بالآخر وہ ایک خوبصورت، بڑے مکان کے سامنے رک گیا۔

"یہ میرا گھر ہے۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"نہیں۔" شہریار نے بھی سرگوشی کی۔ "یہ ہم سب کے پیارے ماموں جان کا گھر ہے۔!"

"حق اسکواڈ" اب ماموں جان کے گھر کے سامنے کھڑا تھا۔ اختر کو قتل کرنے کی سازش کر کے لاکھوں کی جائیداد کا مالک بننے کے خواب دیکھنے والے ماموں کو پتہ نہیں تھا کہ چار خطرناک مہمان آنے والے ہیں۔!!

پھر کیا ہوا۔؟

حق اسکواڈ کی فیصلہ کن جنگ۔

سنسنی خیز اور حیرت انگیز کارنامہ۔

آئندہ ماہ!

عید آئی ہاں عید آئی

نفیس فریدی

عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

صبح نہا کے سب سے پہلے
کپڑے پہنے رنگ برنگے
موزے جوتے چم چم کرتے
لال بہت عمدہ ٹائی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

امی جان ابو بھائی سے
گھر میں عید ملے ہم پہلے
تھک گئے پھر تو ملتے ملتے
ہر اک سے عیدی پائی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

باجی چھولے لے کر آئیں
دہی بڑے پھر امی لائیں
دودھ سویاں ہم نے کھائیں
خوب اڑائی بالائی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

کہیں پہ شیر و خُرما پایا
کوئی لڈو برفی لایا
کہیں پہ پھینی کھجلا کھایا
اور کہیں رس بالائی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

منی گڈو پپو ، سارے
کپڑے پہنے نئے نیارے
گول مٹول اور پیارے پیارے
دن بھر خوب ہنسی آئی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

خوب تماشا دیکھا ہم نے
کہیں پہ جھُولا جھُولا ہم نے
جو چاہا وہ کھایا ہم نے
میٹھی عید بہت بھائی
عید آئی ہاں عید آئی
خوشیاں ہی خوشیاں لائی

ور مکھن کا
شیریں احساس
رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی
Butter Toffee
Chocolate Toffee
Royal
رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24-سی-ایس-آئی-ای-گوجرانوالہ

مشاغل کی کہانی

عقیل عباس جعفری

سیپیاں جمع کرنا

اگر آپ کسی ایسے شہر میں رہتے ہیں جو سمندر کے کنارے آباد ہے. تو آپ کو یقیناً ساحلِ سمندر پر جانے کا اتفاق بھی ہوا ہوگا۔ اور سمندر کے کنارے پر آپ نے خوبصورت اور رنگ برنگی سیپیوں کو پڑا دیکھا ہوگا۔ آپ میں سے بہت سے بچے یہ دلکش اور خوش نُما سیپیاں اپنے ساتھ گھر بھی لے آئے ہوں گے۔ مگر کچھ دیر کھیلنے کے بعد آپ نے یہ سیپیاں اِدھر اُدھر پھینک دی ہوں گی اور یُوں وہ خوبصورت اور رنگ برنگی سیپیاں آپ کی لاپرواہی اور توجہ نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہو گئی ہوں گی. اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ سیپیاں جمع کرنا بھی ایک دلچسپ مشغلہ ہے تو شاید آپ کی جمع کی ہوئی وہ سیپیاں ضائع نہ ہوتیں اور آج آپ ایک خوبصورت مجموعے کے مالک ہوتے. تو آیئے آج ہم آپ کو اس دلچسپ مشغلے کے بارے میں بتاتے ہیں۔

سیپیاں دراصل سمندر میں رہنے والے مختلف جانداروں کے گھر ہوتے ہیں. یہ جاندار سائنسی اصطلاح میں MOLLUSKS کہلاتے ہیں. ان سمندری جانداروں کی عادات کے فرق کے باعث ان سیپیوں کی وضع قطع الگ الگ ہوتی ہے. یہ جاندار جب ہلاک ہو جاتے ہیں. یا مچھلیوں، کیکڑوں یا پرندوں کی غذا بن جاتے ہیں تو یہ سیپیاں خالی ہو جاتی ہیں اور سمندر کی لہریں انہیں ساحل پر پھینک دیتی ہیں۔

ان سیپیوں کو دو طرح کے زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے. ایک تو ان جانداروں کی مناسبت سے جو ان میں گھر بناتے ہیں. دوسرا ان سیپیوں کی اپنی ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے۔

سیپیوں میں گھر بنانے والے جانداروں کی مناسبت سے ان سیپیوں کے پانچ مختلف زمرے ہوتے جنہیں PELECYPODS CEPHALOPODS & GASTROPODS, CREPIPODS, SCAPHOPODS کہا جاتا ہے. جب کہ دوسری طرف ان سیپیوں کی ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے انہیں آٹھ زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جنہیں PERIWINKLES WHELKS, LIMPETS COCKLES, MUSSELS, RAZORSHELLS, COWRIES اور SCALLOPS. کہا جاتا ہے۔

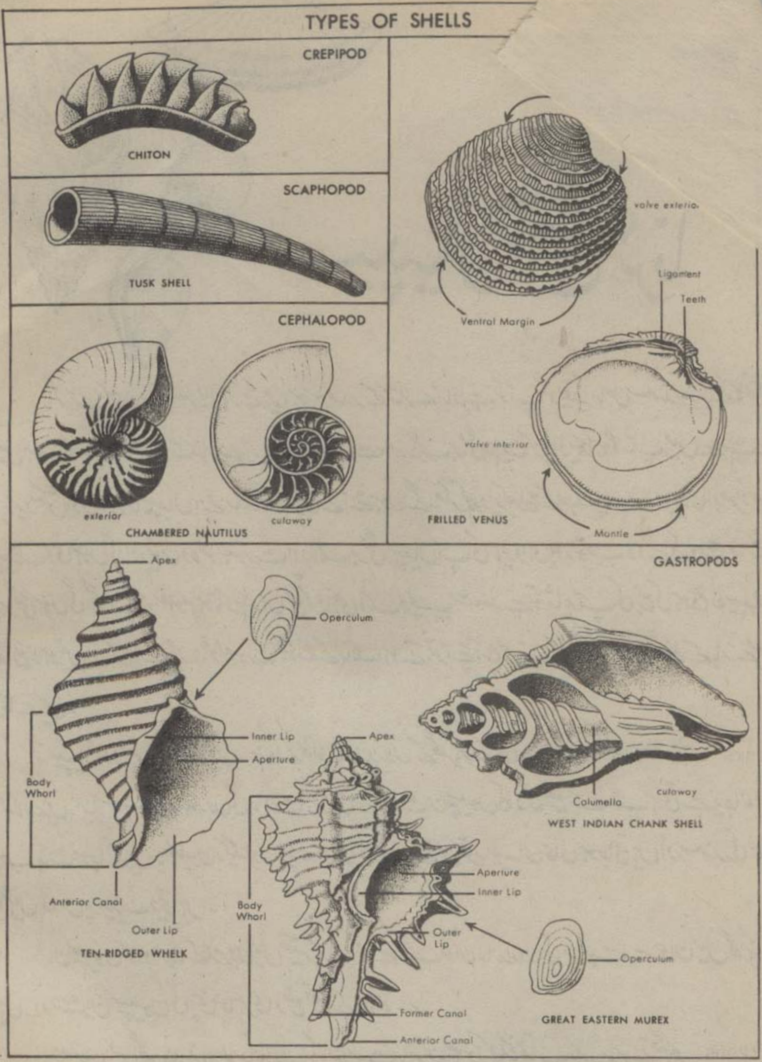

سیپیوں کی شکل و صورت کے علاوہ ان کی جسامت اور وزن بھی الگ الگ ہوتے ہیں جہاں ایسی سیپیاں بکثرت پائی جاتی ہیں، جنہیں صرف خوردبین یا محدب عدسے کی مدد سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ وہیں ایسی سیپیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ جن کے وزن منوں اور ٹنوں میں ہوتے ہیں۔

مثلاً ۱۹۵۶ء میں جاپان کے جزیرے اشی گاگی پر ایک ایسی سیپی پائی گئی۔ جس کی لمبائی ۱۱۰۰ سینٹی میٹر (تقریباً ۴۳ء۳ انچ) اور وزن ۳۳۳ کلوگرام (۷۳۴ پونڈ) تھا۔ اس سیپی کو TRIDACNAGIGAS کا نام دیا گیا۔ نیویارک کے امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری میں ایک ایسی سیپی موجود ہے جس کی لمبائی ۱۳۲ سینٹی میٹر (۵۲ انچ) اور وزن ۲۳۰ کلوگرام (۵۰۷ پونڈ) ہے مناکو کے شہزادے البرٹ اوّل جن کے پاس دنیا کا سیپیوں کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا کے پاس ایک ایسی سیپی تھی جس کا وزن تقریباً ۱۰۰ کلوگرام (۲۲۰ پونڈ) تھا۔

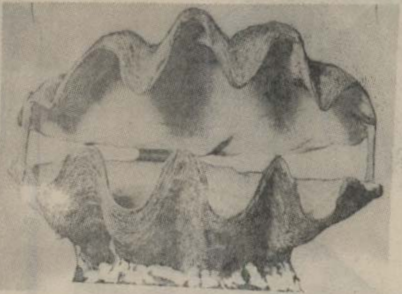

دنیا کی سب سے بڑی سیپ

دوسری طرف دنیا کی سب سے چھوٹی سیپی AMMONCIRA ROTA سمجھی جاتی ہے جو جزائر برطانیہ کے سمندروں میں پائی جاتی ہے۔ اس سیپی کی لمبائی ۰٫۵ ملی میٹر (۰٫۰۲ انچ) ہوتی ہے۔

سیپیوں کے مختلف استعمال

خوبصورت اور رنگ برنگی سیپیاں گھر کی سجاوٹ اور دیگر کئی اشیا بنانے میں بہت استعمال ہوتی ہیں۔ آپ اگر ساحلِ سمندر کی سیر کو گئے ہوں تو آپ نے ایسی متعدد دوکانیں دیکھی ہوں گی۔ جہاں سیپیوں اور گھونگھوں سے بنی ہوئی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔ مثلاً پیپر ویٹ، کف لنکس، بٹن، کی چین، ڈیکوریشن پیس، ہار، مالائیں، انگوٹھیاں، منقش ڈبے اور لیمپ شیڈ وغیرہ۔ مختلف ممالک میں سیپیوں کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن سے اور بھی مختلف اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً برمودا آئی لینڈ میں اتنی بڑی سیپیاں پائی جاتی ہیں۔ جو سڑکیں بنانے میں کام آتی ہیں۔ بحرالکاہل اور بحرہند کے پانیوں میں بالخصوص فلپائن کے ساحلوں پر اتنی شفاف سیپیاں پائی جاتی ہیں۔ جن سے دوسری طرف کا منظر صاف نظر آتا ہے۔ یہ سیپیاں کھڑکیوں میں شیشوں کے طور پر لگائی جاتی ہیں۔ سیپیوں کی ایک قسم، جسے عرفِ عام میں کوڑی کہا جاتا ہے، برصغیر میں سکوں کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی ہے۔ کچھ مقامی کھیل، مثلاً پچیسی وغیرہ میں یہ

کوڑیاں، گوٹوں کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھیں۔

مشاغل کی کہانی کے ایک گزشتہ مضمون میں ہم نے آپ کو ایکویریم کے بارے میں بتایا تھا۔ سیپیاں ایکویریم کی آرائش میں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے استعمال سے نہ صرف ایکویریم خوبصورت ہو جاتا ہے۔ بلکہ مچھلیاں بھی انہیں اپنے ماحول کا حصّہ سمجھ کر بہت خوش ہوتی ہیں۔

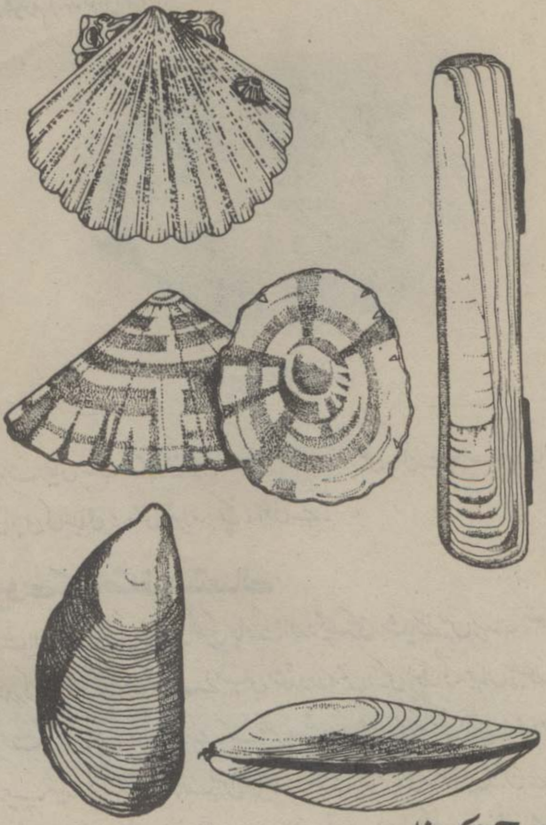

سیپیاں جمع کرنا۔

سیپیاں جمع کرنے کے مشغلے کو CONCHOLOGY اور اس مشغلے کے شائقین کو CONCHOLOGIST کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو سیپیاں اِن کی خوبصورتی اور خوشنمائی کے باعث جمع کرتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ سیپیاں اپنے علم میں اضافے کی خاطر جمع کرتے ہیں۔ اور وہ دنیا کے مختلف حصّوں میں پائی جانے والی سیپیوں کا سائنسی مطالعہ کرتے ہیں۔

سیپیاں جمع کرنے کا مشغلہ کا آغاز اٹھارویں صدی کے دوران انگلستان سے ہوا۔ اور انیسویں صدی کے وسط میں اپنے عُروج کو پہنچا جب بحرالکاہل کے جزائر اور ساحلوں پر آباد شہروں میں سیپیوں کی خرید و فروخت نے ایک کاروبار کی شکل اختیار کی۔

سیپیاں جمع کرنے کے شائقین، سیپیوں کو تین بڑے زمروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ سمندروں میں پائی جانے والی سیپیاں، تازہ پانی میں پائی جانے سیپیاں اور ساحل پر پائی جانے والی سیپیاں۔

جو بچے یہ مشغلہ اختیار کرنا چاہیں وہ ابتدائی طور پر کچھ سیپیاں، سیپیاں فروخت کرنے والے دوکانداروں سے بھی خرید سکتے ہیں، جن کی دوکانیں عام طور پر ساحلِ سمندر کے آس پاس ہوتی ہیں۔ یا پھر وہ ساحلِ سمندر پر پڑی ہوئی سیپیاں یا ریت میں دبی ہوئی سیپیاں اکٹھی کرکے اپنے مشغلہ کا آغاز کر سکتے ہیں۔

سیپیاں اگر ساحلِ سمندر پر دو چار ہفتے پڑی رہیں تو سورج کی روشنی میں ان کا رنگ و روپ خراب ہو جاتا ہے البتہ ریت میں دبی ہوئی سیپیوں کا رنگ و روپ خراب نہیں ہوتا تاہم سب سے خوبصورت سیپی وہ ہوتی ہے جو سمندر کے پانی سے براہ راست حاصل کی جائے۔

سیپیاں اکٹھا کرنے کے بعد پہلا مرحلہ ان کی صفائی کا ہے۔ جس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں صاف پانی میں پانچ منٹ تک اُبال لیا جائے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ سیپی سمندری آلائشوں سے پاک ہو جائے گی۔ بلکہ اگر اس میں کوئی جاندار زندہ یا مُردہ حالت میں موجود ہوا تو وہ بھی باہر آجائے گا۔ چٹانوں اور پتھریلے ساحلوں سے پائی جانے والی سیپیوں کے لئے بہتر ہوگا کہ ان پر وہائٹ پٹرولیم جیلی کی ایک تہہ چڑھا دی جائے۔ اس طرح ان سیپیوں میں پڑی ہوئی دراڑیں بھر جائیں گی۔ ریتیلے ساحل پر پائی جانے والی سیپیوں کے لئے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ انہیں پانی میں اُبالنے کے بعد ایک نرم برُش، چاقو یا چمٹی کی مدد سے صاف کر لیا جائے۔ مگر خیال رکھا جائے کہ ان سیپیوں پر کوئی نشان یا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ورنہ اس طرح ان سیپیوں کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔

سیپیوں کے سلسلہ میں ضروری نہیں کہ جو سیپی زیادہ خوب صُورت اور جاذبِ نظر ہو، وہی زیادہ قیمتی بھی ہو۔ بسا اوقات بعض بہت چھوٹی چھوٹی سیپیاں بھی بہت زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔

اب ایک مرحلہ ان سیپیوں کی شناخت کا ہے۔ اس کے لئے سیپیوں کی مختلف کتابوں اور اس مشغلہ سے متعلقہ گائیڈ بُکس سے مدد لی جا سکتی ہے۔ جب سیپی کا درُست نام معلوم ہو جائے تو اسے ایک کارڈ پر لکھ لیا جائے۔ کارڈ پر اس سیپی کے ملنے کی تاریخ اور مقام بھی لکھ لیا جائے۔ سیپیوں کو کسی ایسے مقام پر ہرگز نہ رکھا جائے جہاں چیونٹیوں یا چوہوں کا گزر ہو۔ چیونٹیاں ان سیپیوں میں گوشت یا کھانے پینے کی دوسری چیزوں کے ٹکڑے جمع کر دیتی ہیں۔ جن سے ان سیپیوں میں بدبو پیدا ہو جاتی

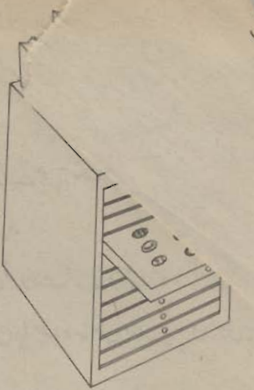

سیپیاں جمع کرنے کے شائقین بہت سی درازوں پر مشتمل اس طرح کی الماری میں اپنی سیپیاں محفوظ رکھتے ہیں

ہے۔ دوسری طرف جو ہے ان چیزوں کی بُو سونگھ کر سیپیوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی شیشے کے برتن یا شوکیس وغیرہ میں رکھا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کے لئے خصوصی درازیں بنوائی جائیں جن میں مخمل کے ٹکڑوں پر ان سیپیوں کو رکھا جائے۔ جن کارڈوں پر ان سیپیوں کے متعلق معلومات درج کی گئی ہوں انہیں بھی انہیں درازوں میں سیپیوں کے ساتھ رکھ دیا جائے۔ اس طرح دیکھنے والوں کو ایک ہی نظر میں سیپیاں بھی نظر آجائیں گی۔ اور ان کے متعلق معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی۔ یہ بھی خیال رکھا جائے کہ ان درازوں کو صرف ضرورت کے وقت ہی کھولا جائے۔ اس طرح یہ سیپیاں روشنی اور مٹی سے محفوظ رہتی ہیں۔

دوسرے مشاغل کی طرح سیپیاں جمع کرنے کے شائقین بھی آپس میں سیپیاں تبدیل کرتے ہیں۔ تاہم اس کا کوئی لگا بندھا اُصول نہیں ہے۔ ایک سیپی کے بدلے میں کتنی سیپیاں لینی چاہئیں یا کتنی سیپیاں دینی چاہئیں اس کا تعین ان سیپیوں کی قیمت پر منحصر ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص کسی شغلے کو اختیار کرتا ہے تو آہستہ آہستہ اسے ایسی تمام باتیں خود بخود معلوم ہو جاتی ہیں۔ ابتداً میں ایسی معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی ایسی سوسائٹی میں شمولیت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ جو سیپیاں جمع کرنے والوں کو ایک دوسرے کے لئے، ہدایات اور قیمتی اطلاعات فراہم کرتی ہو۔

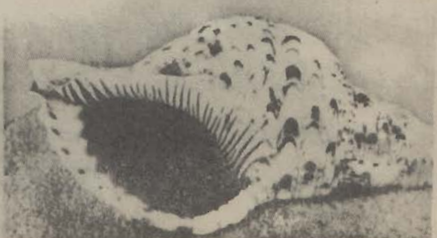

آنکھ مچولی البم

ہوشیار

اس حلیئے کا شخص کسی کا دوست نہیں ہو سکتا

محمد عرفان عبدالکریم میمن حیدرآباد

ہم چھوٹے سے گو بچے ہیں پر کام کریں گے کھرے کھرے

عادل اور منی ناظم آباد کراچی

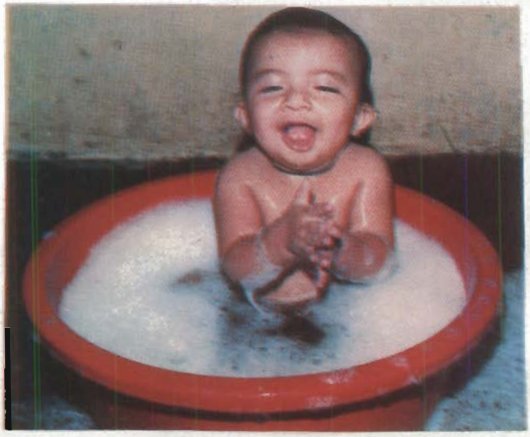

کہہ دو کہ آ رہے ہیں
صاحب نہا رہے ہیں

محمد صلاح عرف سُمیر سمیع عقیلی
ٹھٹھہ

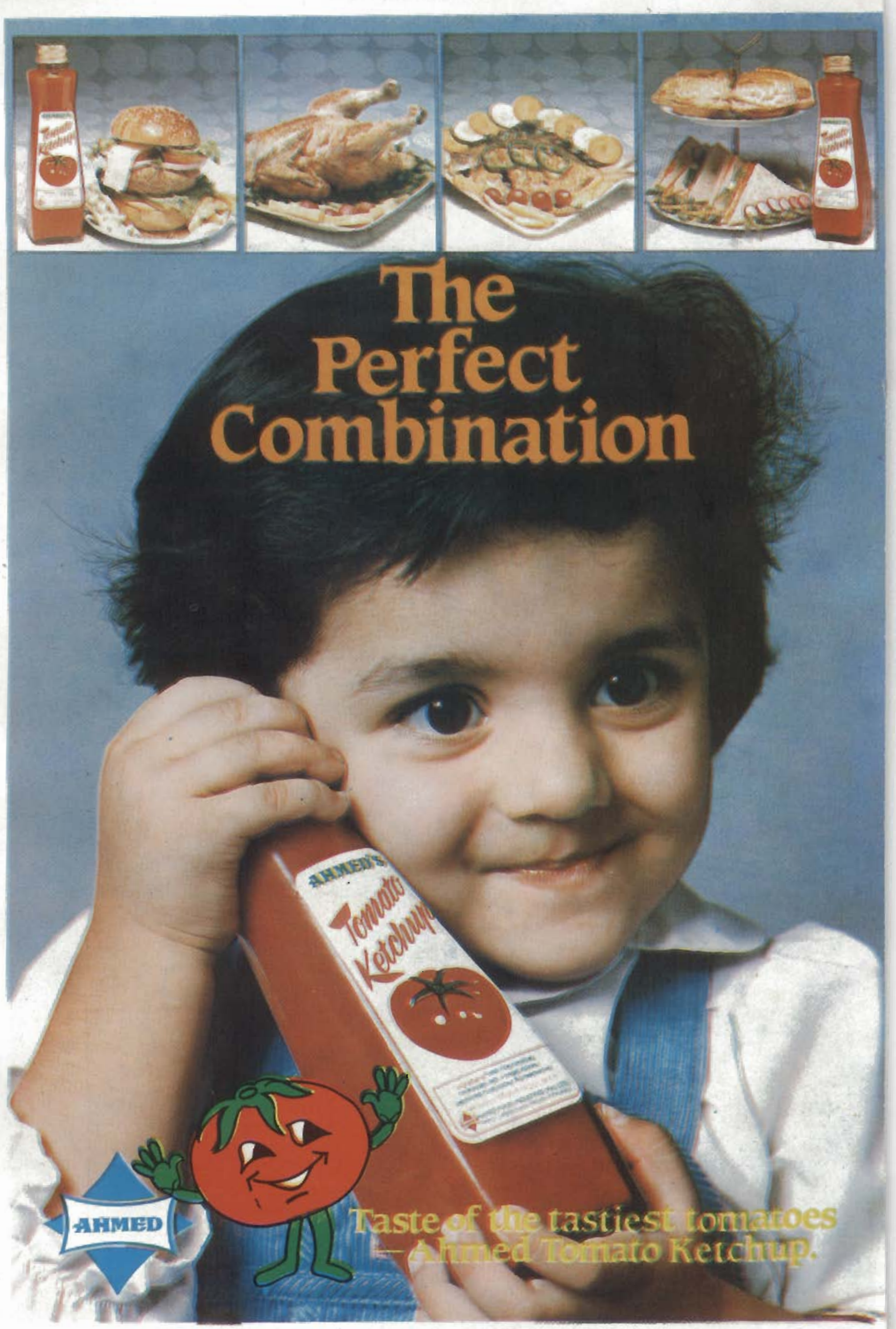

The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
— Ahmed Tomato Ketchup.

ارے ثاقب تو بدل گیا!!

احمد حاطب صدیقی

"عید کا چاند نظر آگیا"

"عید کا چاند نظر آگیا"

محلّے بھر میں شور مچ گیا۔ بچّے تالیاں پیٹتے ہوتے اِدھر سے اُدھر دوڑ رہے تھے۔
ثاقب میاں بھی باہر نکلے مگران کی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر کیا نظر آگیا؟
باہر ایسی کوئی بلا نہ تھی جسے کوئی نئی چیز سمجھا جا سکے۔ وہی گڈّو کے ابّو کی کھچاڑا سی گاڑی،
گلی کے موڑ پر بجلی کا کھمبا اور اپنے اپنے دروازوں پر اچھلتے کودتے بچّے!
اتنے میں آصف چچا آتے نظر آئے ثاقب میاں ان کی گردن میں جھول گئے!

"آصف چچا! عید کا چاند کہاں نظر آیا ہے۔؟"

"پورے ملک میں نظر آگیا ہے، مگر آپ کو اس کی کیا فکر ہے؟"

"مجھے تو نظر نہیں آیا۔ عید کا چاند کیسا ہوتا ہے؟"

"اچھا! چلو ابھی دکھاتے ہیں"

یہ کہہ کر آصف چچا ثاقب میاں کو اوپر چھت پر لائے اور مسجد کے مینار سے بہت اوپر ایک بہت ہی باریک سا چاند دکھایا۔ اس کی شکل آپ کو کیا بتائیں۔ بس ایسا لگ رہا تھا جیسے آسمان نے اپنی افطاری کی پلیٹ میں خربوزے کی ایک قاش بچا کر چھوڑ دی ہے۔

بچوں کی دیکھا دیکھی ثاقب میاں بھی چلاتے ہوئے دوڑے!

"عید کا چاند نظر آگیا"

"عید کا چاند نظر آگیا"

ثاقب کے ابو نئے نئے کپڑے، جوتے، جگمگ کرتی شیروانی اور خوب صورت سی ٹوپی اور نہ جانے کیا کیا چیزیں ثاقب کے لئے لے آئے تھے۔

ثاقب میاں نے ساری چیزیں، چچا، پھوپھو، دادی وغیرہ کو دکھائیں سب سے دعائیں لیں اور پھر انہیں باہر لے جا کر دوستوں کو دکھانا چاہا۔

"ثاقب! یہ کپڑے باہر نہ لے جانا!"

امی نے ان کے ارادے بھانپ کر بڑے کمرے سے آواز لگائی۔

ثاقب میں یوں تو اچھائیاں بہت ساری تھیں مگر خرابی بس یہی تھی۔ اپنی امی کا کہنا نہیں مانتے تھے۔

ماشاءاللہ ذہین تھے۔

خوبصورت تھے۔

ہاتھ پاؤں سے صحت مند تھے۔

گھر میں سب کے پیارے اور راج دلارے تھے، اور

خالہ اماں کی تو آنکھوں کے تارے تھے۔

مگر سچی بات یہ ہے کہ خالہ اماں نے ان کے چونچلے اور بے جا لاڈ سہہ سہہ کر اور ان کی ہر بدتمیزی پر خوش ہو ہو کر ان کو بگاڑ دیا تھا۔ اب یہ سمجھتے تھے کہ کسی کی بات ماننا ان کا فرض ہی نہیں۔

امّی نے منع تو بہت کیا مگر یہ کپڑے لے کر باہر بھاگے۔
امّی لپک کر آئیں اور ان سے کپڑے چھین لئے!
"امّی کی بات نہیں مانوگے"
"نہیں مانوں گا۔ نہیں مانوں گا۔ نہیں مانوں گا"
بھلا کوئی بچّہ ایسا جوب اپنی امّی کو دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، مگر ثاقب نے اپنی امی کو یہی جواب دیا۔
ثاقب کی امّی بہت اچھی تھیں۔ بہت پیار کرتی تھیں، ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھیں، صرف وہی نہیں ان کی آنکھیں بھی مسکراتی تھیں۔ ان میں محبت کی جھلک ہر وقت موجود رہتی اور وہ ثاقب سے تو بہت ہی پیار کرتی تھیں۔ اُسے کھانے کے لئے اچھی اچھی چیزیں دیتیں اور کھیلنے کے لئے پیارے پیارے کھلونے لاتیں۔ پہننے کے لئے رنگ برنگے کپڑے سیتیں۔
لیکن ثاقب ان کی ایک بات بھی مان کر نہ دیتے۔ اگر وہ کہتیں کہ "ثاقب ذرا برابر والے کمرے سے جگ اٹھالاؤ"۔ تو ثاقب صاحب کے کان پر جوُں تک نہ رینگتی۔ اور اگر وہ کہتیں کہ "ذرا نل بند کر آؤ" تو صاجزادے کہتے کہ "مجھے ہر وقت تنگ نہ کریں۔"
اور ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امّی نے ثاقب کو کھیر دینے سے انکار کر دیا۔
آپ بھی کہیں گے کہ بھلا کیوں؟
تو ہوا یہ کہ ثاقب میاں نے کھیر کو قاب ہی میں زبان نکال کر چاٹ لیا تھا۔
امّی نے کھیر دینے سے انکار کر دیا تو ثاقب نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ پھر تو وہ طوفانِ بدتمیزی اٹھا کہ خدا کی پناہ!
ان کو کھیر کا پیالہ بھی دیا گیا مگر انھوں نے ہاتھ سے پرے دھکیل کر ساری کھیر پھینک دی اور چلاّنے لگے کہ
"مجھے نہیں چاہئیے، مجھے نہیں چاہئیے۔"
بھلا کوئی بچّہ ایسی حرکت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، مگر ثاقب نے ایسا کیا۔
توعید کی چاندرات صرف یہی نہیں کہ ثاقب نے امّی کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ کئی بار بدتمیزی بھی کی۔
امّی بے چاری روہانسی ہو گئیں۔ انہیں ثاقب کی نافرمانیوں اور بدتمیزیوں سے بڑا دکھ ہوا۔ اور انھوں نے صاف صاف ثاقب سے کہہ دیا۔
"میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"
ثاقب نے بھی بجائے شرمندہ ہونے اور امّی سے معافی مانگنے کے، منہ پھاڑ کے کہہ دیا کہ:
"میں بھی آپ سے بات نہیں کر رہا۔"

بس پھر ابو، چچا، پھوپھی، دادی سب ہی نے ثاقب سے بات چیت بند کر دی۔

اُوپر چھت پر کوئی کمرہ ومرہ تو تھا نہیں۔ بس ایک چار دیواری تھی، جس کی وجہ سے ایک بڑا سا کھلا صحن بن گیا تھا۔ وہیں سب کے بستر لگے ہوئے تھے اور ان پر اُجلی اُجلی چادریں بچھی ہوئی تھیں۔

ثاقب میاں نے سوچا کر چلو اوپر چل کر عید کا چاند ہی دیکھتے ہیں۔ مگر بھلا عید کا چاند اتنی دیر تک کہاں رہتا ہے وہ کب کا روپوش ہو چکا تھا۔ ثاقب نے آسمان پر بڑا تلاش کیا۔ مگر کہیں نظر نہ آیا۔ انہوں نے سوچا کہ ہو نہ ہو، عید کا چاند بھی مجھ سے کٹی ہو گیا ہے۔ اب ذرا انہیں افسوس ہوا۔ بستر پر لیٹے اور اپنے ننھے منے بازو آنکھوں پر رکھ کر سو گئے۔

ذرا سی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کر چاند اچانک نکل آیا ہے۔ انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کر خربوزے کی قاش جیسا چاند تیزی سے قریب آ رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ خوب بڑا سا نیچے آ گیا۔ اس کی کرنیں ثاقب کے بستر پر پڑنے لگیں، انہیں ایسا محسوس ہوا، جیسے چاند پر دو خوب صورت بچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر ذرا ہی دیر میں وہ بچے چاندی کی کرنوں پر پھسلتے ہوئے نیچے اتر آئے اور ثاقب کے بستر کے سرہانے آ کر دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ثاقب میاں گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور چارپائی سے اتر آئے۔ وہ بچے بھی سرہانے سے ہٹ کر ان کے قریب آ کر دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

اب ثاقب نے غور سے دیکھا تو ان بچوں کے بازوؤں کے ساتھ بہت ہی خوبصورت پَر بھی لگے ہوئے تھے۔

"تم ..... تم ..... کون ہو ؟"

ثاقب نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

دائیں طرف والا بچہ مسکرایا اور بولا کر

" ہم فرشتے ہیں، ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارا نام کراماً کاتبین ہے۔"

ثاقب نے بائیں طرف والے فرشتے کو دیکھا مگر وہ ذرا نہ مسکرایا۔ بلکہ چہرے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت غصہ میں ہے۔

" تم ..... تم ..... یہاں کیوں آئے ہو ؟"

" ہم تمہیں لینے آئے ہیں، "فرشتۂ تقدیر" نے تمہیں بلوایا ہے "

" یہ کون صاحب ہیں ؟"

" واہ اتنا بھی نہیں معلوم" اسی دائیں جانب والے فرشتے نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

" اللہ میاں نے انہی صاحب سے تو تمہارے امی ابو کا نام لکھوایا تھا، اور تمہاری ساری زندگی میں جو جو کچھ

بھی ہونے والا ہے سب کچھ طے کروا دیا تھا۔ پھر ہم لوگوں کو ہمیشہ کے لئے تمہارے ساتھ لگا دیا کہ تم جو کچھ بھی کرو، ہم وہ سب کچھ اپنے پاس محفوظ کریں۔"

"لیکن وہ کیا نام کر .... وہ فرشتہ ....."

"ہاں ہاں ... فرشتہ تقدیر"

"ہاں .... تو اُن صاحب نے مجھے کیوں بُلوایا ہے؟"

"یہ تو تم کو وہیں چل کر معلوم ہوگا۔"

یہ کہہ کر دونوں نے ثاقب کا ایک ایک بازو تھاما اور اُسے لے کر اُڑ گئے۔ چاند کی انہی کرنوں سے ہوتے ہوئے بہت دور ستاروں کی جگمگ کرتی بستی میں پہنچ گئے۔ پھر آخر ایک بہت ہی روشن اور رنگ برنگے باغ گئے۔ مگر مزے کی بات یہ ہے کہ وہاں سارے پھول، پودے ستاروں کی طرح روشن تھے۔ درمیان میں ایک کرسی پر ایک بزرگ بیٹھے تھے۔

پَر تو ان کے بھی تھے مگر اُن کا چہرہ بہت روشن تھا اور بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ سفید داڑھی اور سفید لباس میں وہ کچھ کچھ نانا ابّا جیسے لگ رہے تھے

یہ پورا باغ بالکل گول تھا مگر سامنے سفید دیوار بنی ہوئی تھی اور درمیان میں ایک میز سی رکھی تھی جس پر ایک ٹرے میں سفید سفید سے چوکور چوکور خانے سے بنے ہوئے تھے یہ سارے خانے ٹیوب لائٹ کی طرح روشن تھے۔ ثاقب نے دیکھا کہ ان پر الف سے لے کر "ی" تک سارے حروف لکھے ہوئے تھے۔

"عالی جناب! یہ ہے وہ لڑکا ثاقب!"

انہی دونوں میں سے ایک نے ادب سے کہا۔

"ہوں!" فرشتہ تقدیر صاحب نے غور سے ثاقب کو دیکھا۔ اور ہاتھ بڑھا کر سامنے والی میز پر سے "ن" کا بٹن دبا دیا۔

سفید دیوار پر ایک روشنی ہوئی اور اس پر بہت سارے نام آنے لگے۔

"ناظم الدین"

"نائلہ فاروقی"

نبیل احمد .....

یہ سارے نام اتنی تیزی سے گزر رہے تھے کہ ثاقب سے پڑھا بھی نہ گیا۔ آخر ایک نام اُس دیوار پر ٹھہر گیا۔ ارے

یہ کیا ؟ یہ تو خود اس کا اپنا نام تھا۔

" نجم الثاقب "

ثاقب نے پہلے اُس روشن دیوار کی طرف دیکھا، پھر اُن بزرگ کی طرف۔ بزرگ نے اُسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو کہا:۔

" میں نے تمہیں اس لئے بُلوایا ہے کہ میں تمہیں بدل دوں، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہیں اپنی امّی پسند نہیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کسی اور گھر میں بھیج دوں اور کسی دوسرے بچّے کو تمہاری امّی کے پاس بھجوادوں، میں نہیں چاہتا کہ تمہاری امّی فضول میں ضائع ہوں "

" تو کیا میری امّی ضائع ہو رہی ہیں " ثاقب نے سہم کر پوچھا۔

" تو اور کیا ؟ جب بچے اپنی امّیوں سے محبت نہیں کرتے تو وہ فضول میں ضائع ہوتی ہیں "

" لیکن میں تو اپنی امّی سے محبت کرتا ہوں " ثاقب نے کہا۔

" نہیں جناب عالی ! یہ لڑکا غلط کہہ رہا ہے ! " بائیں طرف والا فرشتہ پہلی بار بولا تھا۔ اُس نے میز پر رکھا ہوا ایک اور بٹن دبایا اور کہنے لگا :

" یہ دیکھئے ۔۔ کل اس کی امّی نے اس سے کہا تھا کہ

" ثاقب ذرا اُدھر سے تکیہ اٹھانا "

اور اس نے صاف انکار کر دیا۔ "

دیوار پر کل والا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اور ثاقب حیران ہونے کے ساتھ ساتھ۔ بہت شرمندہ ہو رہا تھا۔

وہی فرشتہ پھر بولا :

" اور یہ دیکھئے کہ پچھلی جمعرات کو اس کی امّی نے اس سے کہا کہ :

" ثاقب دروازہ بند کر کے اندر آجاؤ "

مگر یہ لڑکا اپنی امّی کا کہنا ماننے کے بجائے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا "

یہ منظر بھی بالکل صاف تھا، مگر ثاقب سے نظریں اٹھائی ہی نہ گئیں۔

" اور یہ دیکھئے آج تو اس نے بدتمیزیوں کی حد ہی کر دی۔ اس کی امّی کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے اور وہ بہت رنجیدہ ہوئیں کیوں کہ جب انہوں نے پوچھا تھا کہ

" امّی کی بات نہیں مانو گے "

تو یہ گھر سے باہر نکل گیا۔ اور گلی میں کھڑے ہو کر چلّانے لگا کہ:

"نہیں مانوں گا... نہیں مانوں گا"

"یہ منظر تو ثاقب سے بالکل بھی نہیں دیکھا گیا اس کی نظریں اپنے پیروں پر جم گئیں اور اس کو سر اٹھانا مشکل ہو گیا۔

"ٹھیک ہے!" فرشتہ تقدیر نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ اتنی اچھی امی کے پاس ایسا گندا بچّہ پہنچ گیا۔ میں اسے بدل رہا ہوں، کیوں کہ اس کو اتنی اچھی امی کی ضرورت نہیں"

"لیکن میں اپنی امی کو نہیں بدلنا چاہتا"

"تم اپنی امی کا کہنا نہیں مانتے، ان سے محبت نہیں کرتے تمہیں ان کی ضرورت نہیں میں تمہیں ایک دوسرے گھر میں بھیج رہا ہوں"

یہ کہہ کر انہوں نے ایک بار پھر "ن" کا بٹن دبا دیا۔ نام پھر اسی طرح دیوار پر آنے لگے اور اس مرتبہ پھر ایک نام آکر ٹھہر گیا۔

"نویرہ سلمٰی"

ثاقب نے پھر بزرگ کی طرف دیکھا۔ وہ بولے کہ:

"اس بچّی کو ایک اچھی اور محبت کرنے والی امی کی ضرورت ہے، لہٰذا میں اسے تمہاری امی کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

"لیکن میں اپنی امی سے محبّت کرتا ہوں" ثاقب چلّایا۔

"نہیں جنابِ عالی! یہ غلط کہتا ہے، اس نے اپنی امی سے بدتمیزی معافی بھی نہیں مانگی تھی" بائیں طرف والے فرشتہ نے پھر بتایا۔

"یہ تو بہت غلط بات ہے" فرشتہ تقدیر نے غصّہ سے کہا "میں تمہیں ضرور بدل دوں گا تاکہ تمہاری امی کو کوئی دُکھ نہ پہنچے"

"نہیں نہیں! آپ مجھے مت بدلئے، میں خود اپنے آپ کو بدل لوں گا، میں اچھا بچّہ بن جاؤں گا"

ثاقب یہ کہتے ہوئے رونے لگا۔

"ٹھیک ہے!" فرشتہ تقدیر نے کہا۔ "میں تمہیں اس دفعہ چھوڑ دیتا ہوں لیکن اگر تم نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو میں تمہیں دوبارہ بلواؤں گا اور پھر ہرگز کوئی بات نہیں سنوں گا اور تمہیں ضرور بدل دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری اتنی

اچھی امی فضول میں ضائع ہوں "

" میں کل صبح ہی سے اپنے آپ کو بدل لوں گا " ثاقب نے پکا وعدہ کیا۔

" ٹھیک ہے! اسے واپس لے جاؤ " فرشتۂ تقدیر نے کہا۔ اور وہی دونوں، چاند کی کرنوں پر پھسلتے ہوئے اسے واپس اُس بستر تک لے آئے۔

صبح اٹھتے ہی ثاقب نے امی کو سلام کیا۔ ہاتھ منہ دھویا، بستے میں سے قاعدہ نکالا، ٹوپی اوڑھی اور سیدھے دادی جان کے پاس پہنچا، ان سے قاعدہ پڑھا۔ ابو کو اخبار لا کر دیا۔ چچا جان جو عید گاہ جانے کی تیاری کر رہے تھے ان کو ان کے جوتے لا کر دیئے، پھوپھی جان باورچی خانہ کا کچرا پھینکنے کے لئے آگے بڑھی تھیں ثاقب نے لپک کر ان سے طشتری لے لی اور خود پھینک آیا۔ ہر ایک حیران رہ گیا تھا۔

" ارے ثاقب تو بدل گیا "

ان سب کاموں سے فارغ ہو کر ثاقب امی کے پاس پہنچا نئے کپڑے پہنے اور ابو کے ساتھ عید گاہ جانے سے پہلے امی کی گردن میں باہیں ڈال کر بولا کہ

" امی مجھے معاف کر دیجئے، اب میں آپ سے بدتمیزی نہیں کروں گا، مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔ بہت محبت ہے، بہت بہت بہت بہت بہت محبت ہے "

اور امی نے اُسے مسکرا کر کلیجے سے لگالیا، اس کو پیار کیا اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

دوسری غلطی

قدیم ایران کا بادشاہ بڑا سخت رُو اور تند مزاج تھا، ایک شام جب اُس کا باورچی کھانا چُن رہا تھا کہ اچانک اُس کے ہاتھ سے پلیٹ گر گئی، بادشاہ کو غضب ناک ہوتے دیکھ کر باورچی نے کھانے سے لتھڑے ہوئے وہی ہاتھ بادشاہ کے سر پر مل دیئے، اس واہیات حرکت پر بادشاہ کو اور بھی غصہ آیا، اُس نے اُس کی مشکیں بندھوادیں اور پوچھا "پہلی غلطی تو تم سے نادانستہ سرزد ہوئی لیکن دوسری بار تم نے یہ کمینی حرکت کیوں کی "

باورچی نے جواب دیا " آقا۔ میں جانتا تھا کہ اب میں نہیں بچ سکتا، لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے جیسا قدیم نمک خوار معمولی سی غلطی پر مارا جائے اور لوگ بادشاہ سلامت کو بدنام کریں، میں نے بھاری جرم کرنے کی غرض سے دوسری بار فاش غلطی اس لئے کی کہ مملکت کا کوئی فرد آپ کو ظالم نہ کہہ سکے "۔ بادشاہ اس لطیف معذرت پر خوش ہوا اور باورچی کو معاف کر دیا۔

نتائج مقابلہ کہانی نویسی

ماہنامہ آنکھ مچولی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے "مقابلہ کہانی نویسی" کے انعام یافتگان کو بذریعہ خط مطلع کردیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ نتائج دیگر شرکا کی معلومات کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔

- پروفیسر عنایت علی خان، حیدرآباد۔ اوّل (چار ہزار روپے)
- سیّد عبدُالودود شاہ۔ کراچی۔ دوم (دو ہزار پانچ سو روپے)
- کلثوم واحد۔ کراچی۔ سوم (ایک ہزار روپے)

پانچ انعامات پانچ پانچ سو روپے

① سیّد کاشان جعفری کراچی ② تنیم شکیل احمد پشاور ③ ایم افضل۔ لاہور ④ یما عروج صدیقی، کراچی ⑤ نازیہ رمضان کراچی۔

کتب کا انعام حاصل کرنے والے قلمکار

① ظفر رفیق صدیقی، حیدرآباد ② محمد عمر احمد خان، کراچی ③ نعیمہ خاتون شمع، کراچی ④ پروین جہاں، کراچی ⑤ نبیلہ طنیت، اسلام آباد، ⑥ اشتیاق احمد، لاہور ⑦ عبید اللہ ممتاز۔ راولپنڈی ⑧ صبا انصار۔ کراچی ⑨ سطوت شادمان، کراچی ⑩ شاہد لطیف چکوال ⑪ غیور احمد، کراچی ⑫ حافظ ولی اللہ ارباب، کراچی ⑬ فرحت صفدر فرح، راولپنڈی۔ ⑭ عائشہ تنویر، کراچی ⑮ رخشندہ مہر، گجرات ⑯ ثمینہ اختر یمی، ملتان ⑰ سعیدہ نازش، حیدرآباد ⑱ شفقت علی شفقت، کامونکی ⑲ ناہید تبسم، کراچی ⑳ صوفیہ بھٹی، کراچی ㉑ علی ناصر رضوی، راولپنڈی ㉒ سیف الاسلام، کراچی ㉓ اسماء ہارون، کراچی

مقابلے کے لئے ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں کہانیاں موصول ہوئیں لیکن تمام کہانیاں مقابلے میں شامل ہونے کے قابل نہیں تھیں۔ جن قلمکاروں کی تحریریں کو مقابلے میں شامل کیا گیا اُن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

① زاہد اکبر، مردان	② فرحت حسن فرحت، کراچی	③ محمد ہارون، کراچی
④ محمد فہیم صدیقی، کراچی	⑤ محمد حنیف شاہین، کراچی	⑥ باقر رضا رضوی، کراچی
⑦ روبینہ طارق، ملتان	⑧ محبوب الٰہی، لاہور	⑨ نگہت اکرام، کراچی

(۱۰) حامد فاروق، راولپنڈی (۱۱) محمود احمد، جوہر آباد (۱۲) دولت حاجی موسیٰ، کراچی

(۱۳) محب اللہ آفریدی، کراچی (۱۴) ساجد منیر شرارت۔ قصور (۱۵) ذوالفقار رضوی۔ کراچی

(۱۶) عظمیٰ عقیل فاروقی، سکھر (۱۷) کے ایم خالد، اسلام آباد (۱۸) محبوب حسین، کراچی

(۱۹) بلقیس فاطمہ انصاری، کراچی، (۲۰) راشد قمر، فیصل آباد (۲۱) محمد انور عبدالشکور، حیدر آباد

(۲۲) رقیہ آرزو، کوئٹہ (۲۳) گلزار احمد، حیدر آباد (۲۴) ایس آر خان، شہداد پور

(۲۵) منظور احمد اخوند، حیدر آباد (۲۶) سہیل قیصر ہاشمی، لاہور (۲۷) خرم سلیمان، کراچی

(۲۸) شبانہ ملک، واہ کینٹ (۲۹) چنن فیروز، لاہور (۳۰) عطیہ وحید، ایبٹ آباد

(۳۱) ریاض حسین بھٹہ، جہلم (۳۲) محمد تنویر شعیب، کراچی (۳۳) جمال ناصر، کراچی

(۳۴) مہندر کمار، سکھر (۳۵) صدف سعید، کوئٹہ (۳۶) فضلِ ربی راہی، مینگورہ

(۳۷) محمد رضا، مظفر گڑھ (۳۸) محمد یوسف، مظفر گڑھ (۳۹) نتاشا پروین، جھمپیر

(۴۰) محمد سعید عباس، کراچی (۴۱) سرفراز ناز، فیصل آباد (۴۲) مصطفیٰ ادیب نجمی، سیالکوٹ

(۴۳) نوقیہ مشتاق، کراچی (۴۴) شائستہ یاسمین، کراچی (۴۵) وسیم ستار گل، لاہور

(۴۶) عبدالرحیم خالد، کراچی (۴۷) سلیم امیر علی، کراچی (۴۸) محمد پرویز آرائیں، لاہور

(۴۹) محمد نصراللہ صدیقی، کراچی (۵۰) رسول بخش ٹھیو اینڈ محمد خان (۵۱) ارم شفیق، کراچی

(۵۲) زاہد جاوید، فیصل آباد (۵۳) ننھی کرن، راولپنڈی (۵۴) زہرا محمد یونس، کراچی

(۵۵) فاروق احمد شیخ، کراچی (۵۶) مس سیما، کراچی (۵۷) مہندر کمار، سکھر

(۵۸) محمد رشید، قصور (۵۹) غلام مصطفیٰ سولنگی، شکار پور (۶۰) چاند سلطانہ عروج، کراچی

(۶۱) عمران غیور خان، کراچی (۶۲) عبدالغفار، مردان

انعامات کے لئے نتائج کا فیصلہ ملک کے ممتاز دانشور، محقق اور ماہر لسانیات جناب ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب نے کیا جو حتمی ہے۔

نتائج مرتب کرتے وقت جن فیصلہ کن عناصر کو پیش نظر رکھا گیا وہ یہ تھے (۱) بچوں کی نفسیات (۲) زبان (۳) دلچسپی کا عنصر (۴) مقصد اور کہانی کا انداز (۵) ماخوذ یا طبع زاد (۶) کہانیوں کے موجودہ مذاق اور معیار کا لحاظ۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قلمکار ساتھی ان نتائج کو بخوشی تسلیم کریں گے اور آئندہ بھی آنکھ مچولی کے لئے لکھتے رہیں گے۔
ہمیں، آپ کی تحریروں اور تجاویز و مشوروں کا انتظار رہے گا۔

بیرونی ادب سے

ترجمہ: نجم الثاقب مفتی

بے چارہ جوآن سگار

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ہسپانیہ کی مشہور اور خوشحال سلطنت میں دو غریب میاں بیوی جن کے بہت سے بچے تھے اپنے بچوں کی تعداد میں اضافے سے تنگ آگئے۔ ان کی آمدنی اور وسائل محدود تھے جبکہ اخراجات تھے کہ بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ ان کا سب سے بڑا بچہ بہت تیز و طرّار تھا اور ہر وقت لوگوں کو الّو بنا کر ان سے فائدہ اُٹھاتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مفاد کی خاطر اپنے بہن بھائیوں کو بیوقوف بنانے سے بھی نہیں چُوکتا تھا۔ اس لڑکے کا نام جوآن سگار تھا۔ بالآخر جوآن سگار کے ماں باپ کے گھر جب تیرہویں بچّے کی ولادت ہوئی تو جوآن سگار کے باپ نے فیصلہ کیا کہ اب جوآن کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ لہٰذا اس شام جب سب کھانا کھانے بیٹھے تو جوآن سگار کا باپ اس سے مخاطب ہوا۔ "میاں

سگار تم بہت ہوشیار اور سمجھدار ہو اور اب بڑے ہو گئے ہو۔ اب تمہیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ویسے بھی اب کھانا کم پڑنے لگا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اب گھر سے نکلو اور کچھ کماؤ۔" بالآخر جوآن سگار گھر سے نکلا اور اپنی قسمت بنانے چل کھڑا ہوا۔ چلتا رہا اور سوچتا رہا راستے بھر وہ خود کلامی کرتا رہا۔ "میں اتنا بڑا ذہین اور چالاک ہوں کہ ہسپانیہ بھر کے ہوشیار لوگوں کو ہرا سکتا ہوں" لہٰذا کچھ عرصے تک اس نے اپنے زمانے کے مشہور ذہینوں کی صحبت اختیار کی ـــــــ اور ان سے وہ کھیل اور داؤ سیکھتا رہا جو وہ خود نہیں جانتا تھا۔ آخر کار وہ ذہانت کے ہر فن میں اس قدر طاق ہو گیا کہ اس نے اپنے استادوں کو بھی شکست دے دی شعبدہ بازی میں ایسا ماہر ہوا کہ دنیا بھر کی آنکھوں میں دھول جھونکنے لگا۔ اس طرح وہ جلد ہی ملک بھر میں مشہور ہو گیا۔

اور پھر ایک روز ایسا ہوا کہ ہسپانیہ کے بادشاہ کے محل سے چاندی کے ظروف چوری ہو گئے اور ایسے غائب ہوئے جیسے آسمان کھا گیا ہو یا زمین نگل گئی ہو۔ کوئی سراغ نہیں، کوئی قیاس نہیں۔ بادشاہ بھی جوآن سگار کی شہرت سے آگاہ تھا۔ "جوان سگار کو ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے" اس نے حکم جاری کیا۔ "ہم نے سنا ہے کہ وہ ہماری سلطنت کا دانشمند ترین آدمی ہے۔ ہم اسے آزمائیں گے۔"

ایک شاہی ہرکارے نے جلد ہی جوآن سگار کو ڈھونڈھ نکالا اور بادشاہ کے دربار میں لا حاضر کیا جہاں بادشاہ عام برتنوں سے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر جوآن سگار کی جانب دیکھا اور حکمیہ انداز میں اس سے مخاطب ہوا "کوئی بدبخت شاہی برتن چرا کر لے گیا ہے تمہیں ان برتنوں کا سراغ بھی لگانا ہے اور چور کا بھی۔ تمہاری ذہانت کی آزمائش کے لئے تمہیں شاہی محل کے تہہ خانے میں بند کر دیا جائے گا اور تمہیں وہیں رہتے ہوئے یہ مہم سر کرنی ہو گی تم اگر اپنی شہرت کے واقعی مستحق ہو تو تم یہ کام وہاں رہ کر بھی انجام دے سکتے ہو۔ اور اگر تم ایسا نہ کر سکے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم جھوٹے ہو اور کسی جھوٹے کو ہماری سلطنت میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ تمہیں تین دن دیئے جاتے ہیں۔ یا تو اپنی ذہانت ثابت کر کے انعام و اکرام کے حقدار قرار پاؤ یا ناکام رہ کر وہاں چلے جاؤ جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا کیونکہ جھوٹوں کے لئے وہی جگہ صحیح ہے۔"

شاہی ہرکارے جوآن سگار کو تہہ خانے میں لے گئے۔ وہاں اس کے پیروں میں ایک مضبوط زنجیر کی مدد سے ایک آہنی گولہ باندھ دیا گیا۔ پھر اسے اس قید خانے میں تنہا چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ یکسوئی سے اپنا کام انجام دے سکے۔ جیسے جیسے دن گزرتا گیا جوآن سگار کا دل بیٹھتا گیا۔ "خوب بہت خوب جوآن سگار صاحب" وہ دل ہی دل میں اپنے آپ سے مخاطب ہوا۔ "آپ صحیح پکڑے گئے ہیں۔ آج تک تاریخ کا کوئی ذہین ایسا نہیں گزرا جیسے اپنے بستر میں آرام دہ موت نصیب ہوئی ہو۔ اب وہ وقت دور نہیں جب آپ کی گردن کے گرد ایک آہنی شکنجہ کسا جائے گا اور آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائیں گے"

دن ڈھلے ایک شاہی خدمتگار اس کے لئے کھانا لے کر تہہ خانے میں آیا۔ جوآن سگار مایوسی کی حالت میں قید خانے کے داروغہ کو تالا کھولتے دیکھتا رہا۔ خدمتگار اس کے سامنے کھانا رکھ کر واپسی کے لئے پلٹا۔ جوآن سگار اس وقت انتہائی دل شکستہ ہو رہا تھا۔ اسے اس بات کا خوب احساس تھا کہ اس کی زندگی کے آخری تین دن میں سے ایک دن نکل چکا ہے۔ دل گرفتگی کی حالت میں اس کے مُنہ سے ایک سرد آہ نکلی اور وہ بے ساختہ بول پڑا۔ "اُف میرے خدایا کیا ہوا۔ تین میں سے ایک آیا اور چلا گیا۔"

خدمتگار اس کی بات سنتے ہی چونک گیا اور قید خانے سے نکل کر ایسا بھاگا جیسے بدرُوحیں اس کے تعاقب میں ہوں۔ محل کے ایک کونے میں دو شاہی خدمتگار اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سیدھا ان کے پاس گیا اور ہانپتے ہوئے انہیں جوآن سگار کی بات سنائی، "اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ وہ شخص واقعی ذہین اور فطین ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم تینوں نے ہی بادشاہ کے برتن چُرائے ہیں اور یقیناً یہ بھی جانتا ہوگا کہ ہم نے وہ برتن قبرستان میں گاڑ دیئے ہیں۔ میرے خیال میں اب ہماری نجات کی یہی صورت ہے کہ ہم اس کے سامنے اعترافِ جُرم کرکے معافی مانگ لیں۔ ممکن ہے کہ وہ ہماری مدد پہ آمادہ ہو جائے۔"

"ہرگز نہیں۔" باقی دو خدمتگاروں میں سے ایک نے کہا۔ "تم تو بالکل ہی گاؤدی ہو سکتا ہے تمہارے کانوں نے غلط سنا ہو یا جرم کے احساس کی وجہ سے تمہارے کان بج رہے ہوں۔ کل میں خود اس کے لئے کھانا لے کر جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتا ہے۔"

دوسرے دن کے اختتام پر جوآن سگار کا دل اس قدر بھاری ہو گیا تھا جیسے اس کے قدموں میں پڑا آہنی گولہ۔ اسی اذیّت کی حالت میں اس نے دوسرے خدمتگار کو قید خانے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے سامنے کھانا رکھتے ہوئے دیکھا۔ انتہائی مَلال اور رنج کی حالت میں جوآن سگار کو احساس ہوا کہ اس کی زندگی کے بقیہ دنوں میں سے دوسرا دن بھی کم ہوا۔ اس کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا "اُف میرے خدایا یہ کیا ہوا۔ دوسرا بھی آیا اور چلا گیا" خدمتگار نے جونہی یہ لفظ سُنے وہ سر پر پیر رکھ کر ایسے بھاگا جیسے کوئی اس کی جان لینے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔

"وہ سب کچھ جانتا ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔" بقیہ دو ساتھیوں کے پاس پہنچتے ہی خدمتگار چیخنے لگا۔ "ہم سب مارے گئے۔"

"کیا حماقت ہے۔" تیسرا خدمتگار جو ابھی تک جوآن سگار سے نہیں ملا تھا اور عمر میں بھی اپنے دو ساتھیوں سے بڑا تھا۔ بڑبڑایا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم دونوں بہت کمزور دل ہو۔ کل میں خود اس کے لئے کھانا لے کر جاؤں گا اور وہاں سے اس طرح سرپٹ نہیں بھاگ کھڑا ہوں گا بلکہ توجہ سے اس کی پوری بات سنوں گا تاکہ تم دونوں

کی غلط فہمی دور ہو سکے۔"

تیسرے دن سورج غروب ہونے پر تیسرا خدمتگار جوآن سگار کا کھانا لے کر قید خانے میں آیا۔ جوآن سگار خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ آج اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ اسے اپنی گردن اس قدر جکڑی ہوئی محسوس ہو رہی تھی کہ اس نے کھانے کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کیا۔ آج کا خدمتگار کھانا رکھ کر واپس نہیں گیا بلکہ وہیں کھڑا رہا تاکہ جوآن سگار کی باتیں بغور سن سکے۔ جوآن سگار نے اسے جو یوں دیکھا، قریب کھڑے پایا تو سمجھا کہ یہ کوئی نرم دل اور مہربان شخص ہے جو اس کی کسمپرسی پر اس سے ہمدردی رکھتا ہے اور اس پر رحم کھا رہا ہے۔ درد بھری آواز میں جوآن سگار بولا۔ "میرے خدایا کیا کوئی مجھے دلاسہ دینے والا ہے؟ تیسرا بھی آگیا اور اب جانے والا ہے!"

خدمتگار یہ سنتے ہی بے اختیار ہو کر اس کے قدموں پہ گر پڑا اور منمنانے لگا۔ "او دنیا کے ذہین ترین عیار۔ ہم پہ رحم کر۔ بادشاہ کو یہ نہ بتا کہ ہم تینوں خدمتگاروں نے ہی اس کے محل میں چوری کی ہے ورنہ وہ ہمیں زندہ ہی زمین میں گڑوا دے گا اگر تو ہماری جان بخشی کروانے کا وعدہ کرے تو ہم تجھے بتا دیں گے کہ ہم نے سامان کہاں چھپایا ہے اور تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی چوری کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گے۔"

جوآن سگار کی افسردگی یک لخت مسرت اور غرور میں بدل گئی۔ وہ بہت بردباری سے خدمتگار سے مخاطب ہوا "گو مجھے مکمل طور پر اس بات کا یقین نہیں کہ اس مرتبہ جان بچ جانے پر تم تینوں بدبخت راہِ راست پر آجاؤ گے۔ لیکن چونکہ انکار کرنا میری رحم دل فطرت کے خلاف ہے لہٰذا میں تمہیں ایک موقع دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ تمہیں قسم کھا کر مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ چوری جیسا برا کام نہیں کرو گے۔ کل بادشاہ کے دربار میں میری حاضری سے پہلے پہلے چُرائے گئے سارے برتن بغیر کسی کی نظر میں آئے یہاں میرے پاس پہنچا دو میں تمہاری جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں"

تو اس طرح اگلے روز صبح جوآن سگار پھانسی کے پھندے سے بال بال بچ گیا۔ اس نے بادشاہ کے چوری شدہ برتن برآمد کروا دیئے۔ بادشاہ خوشی کے عالم میں نہ صرف چوروں کے بارے میں پوچھنا بھول گیا بلکہ جوآن سگار کے گال چوم کر کہنے لگا۔ "میں نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی لیکن اب میں اس کی تلافی کے طور پر آج سے تمہیں شاہی مقربِ خاص مقرر کرتا ہوں۔ آج سے تم ہمیشہ یہیں میرے ساتھ میرے محل میں رہو گے تاکہ وقتاً فوقتاً یونہی اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور شعبدے بازی سے میرا دل بہلاتے رہو گے۔ تم ایک شاندار، عظیم اور عالی مرتبت دانشمند ہو اور میرے ساتھ رہنے کے مستحق!"

اس دن سے جوآن سگار نے محل میں رہنا شروع کر دیا۔ ہر وقت ہر دم بادشاہ کے ساتھ رہتا۔ اس کے ساتھ تفریحات کے لئے جاتا، اس کے ساتھ اچھے سے اچھا کھانا کھاتا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جوں جوں دن گزرتے گئے اس کی صحت بجائے بہتر ہونے کے گرتی چلی گئی۔ اس کے چہرے پر زردی چھاتی چلی گئی۔ وہ ہر وقت اس فکر میں غلطاں رہنے لگا کہ اگلی

بار کوئی آزمائش کی گھڑی آن پڑی تو وہ کیا کرے گا۔ کس طرح اپنی جان بچائے گا۔

بالآخر ایک شام ایسی آہی گئی۔ اس شام بادشاہ اکیلا اپنے محل کے باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ اس وقت ایک سگار پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کافی عرصے سے جواّن سگار کی ذہانت بے مصرف ضائع ہو رہی ہے۔ اسے کچھ کارگزاری دکھانے کا موقع ملنا چاہیئے۔ اچانک ایک ترکیب بادشاہ کی سمجھ میں آئی۔ اس نے اپنے مُنہ سے سگار نکالا اور جیب سے بٹوا نکالا۔ سگار کو بٹوے میں ٹھونس کر اس نے بٹوہ واپس جیب میں رکھ لیا اور ایک ہرکارے کو طلب کرکے جواّن سگار کو لے کر آنے کی ہدایت کی۔

جلد ہی جواّن سگار دہشت زدہ آگیا۔ اس غریب کو کیا پتہ تھا کہ یہ مصیبت اس وقت نازل ہونی ہے آج اسے اپنی موت کا یقین ہوگیا کیونکہ اسے سوال کا جواب معلوم نہیں تھا۔

اپنی بے بسی کے احساس سے مغلوب ہوکر وہ خود کلامی کے انداز میں اپنے آپ سے گویا ہوا۔ "کیا خبر تھی کہ موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہے۔ بیچارے سگار کو آج بڑے انجام سے دو چار ہونا پڑا۔"

بادشاہ نے اس کی بات سن کر قہقہہ لگایا اور تعریفی انداز میں جواّن سگار کی جانب دیکھتے ہوئے جیب سے بٹوہ نکال کر اس میں سے مُڑا تُڑا سگار برآمد کیا۔ پھر جواّن سگار سے بغلگیر ہوکر بادشاہ نے اسے شاباشی دی۔ اور بولا۔ "آج تک کسی نے میرے کسی سوال کا اس قدر ذہانت آمیز جواب نہیں دیا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ جو مانگوگے ملے گا؟" بولو کیا چاہیئے۔؟

"جو مانگوں گا ملے گا؟" جواّن سگار نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہاں ہاں جو مانگوگے ملے گا" بادشاہ نے اسے یقین دلایا۔ "بادشاہ اپنی زبان سے نہیں پھرتے"

"تو پھر میں آج اپنا عُہدہ لوٹانا چاہتا ہوں" جواّن سگار گویا ہوا "میں آج سے ایک ذہین آدمی کے بجائے ایک عام آدمی کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

عذرِ گناہ

عدالت میں ایک شخص پر سونے کی گھڑی چرانے کا الزام تھا اور مُلزم تردید کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "جناب مجھ پر یقین کیجیے۔ میں نے ہرگز کوئی طلائی گھڑی نہیں چُرائی اور عدالت کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ خالص سونے کی گھڑی نہیں تھی۔

جہاں قالین وہیں صفائی

خوشخبری :- اب ہر ڈرائی کلیننگ کے ساتھ
ایک خوبصورت کی چین "مفت" حاصل کیجئے!

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس :

عبداللہ ہارون روڈ فون : ۵۱۱۷۱۱

شاخیں :

○ بہادر آباد	فون : ۴۱۳۶۹۵	○ ڈیفنس فیز V	فون : ۵۲۶۵۳۹
○ جمشید روڈ	" ۴۱۱۳۰۲	○ امیر خسرو روڈ	" ۴۱۳۶۹۵
○ کھارادر	" ۲۲۵۸۰۳	○ راشد منہاس روڈ	" ۴۱۱۳۰۲
○ گارڈن روڈ	" ۷۲۲۴۳۳	○ حسن اسکوائر	" ۵۲۶۵۳۹
○ برنس روڈ	" ۲۰۲۳۳۶		

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس : عبداللہ ہارون روڈ . کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۳۹

زونل آفس : صدر بازار . راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

آدابِ زندگی

اعظم منہاس

ملنے سے پہلے . . .

آپ کو اس بات کا تو تجربہ ہوگا ہی کہ کچھ لوگوں کے ساتھ ہونے والی ملاقات کا خوشگوار تاثر مدتوں ذہن میں باقی رہتا ہے اور یہ خواہش بھی رہتی ہے کہ ایسے لوگوں سے میل جول بڑھایا جائے، جبکہ اس کے برعکس بعض لوگوں کو دیکھتے ہی دِل چاہتا ہے کہ بس سلام دعا کے بعد کھسک لیا جائے۔ یا یہ حضرت تو بالکل چپک ہی جاتے ہیں اسی طرح کچھ لوگ ملتے ہیں تو اپنی ہی کہے جاتے ہیں بغیر رُکے ہوئے گفتگو کرتے ہیں اور دوسرے کی تو سنتے ہی نہیں۔ یہی عادتیں انہیں غیر پسندیدہ بنا دیتی ہیں۔

آیئے ہم آپ کو کچھ ایسی باتیں بتائیں جن پر عمل کرنے سے ہر شخص اپنے دوستوں اور احباب میں پسندیدہ اور محبوب شخصیت بن سکتا ہے، آیئے ابتدا یوں کرتے ہیں کہ۔

- جب آپ کسی سے ملاقات کے لئے پہنچیں تو دروازے پر دستک دینے کے بعد عین سامنے نہ کھڑے ہوں بلکہ ذرا ایک طرف ہٹ کر مہذب طریقے سے کھڑے ہونا چاہیئے، آپ کا دوست کتنا ہی آپ سے بے تکلف کیوں نہ ہو، بلا اجازت یا اطلاع دیے بغیر گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیئے، تین مرتبہ دستک دینے پر بھی کوئی جواب نہ آئے تو بلا تامل خوشی خوشی واپس لوٹ آنا چاہیئے، اس لیے کہ ہو سکتا ہے آپ کا دوست کسی اہم کام میں مصروف ہو یا سو رہا ہو یا اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو، اندر سے آپ کا نام پوچھا جائے تو نام بتانے میں کوئی حرج محسوس نہیں ہونا چاہیئے۔

- گھر میں داخل ہوتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا چاہیئے، اس سے صرف محبت ہی نہیں بڑھتی بلکہ سلام کرنے کا حقیقی مفہوم ہی یہ ہے کہ اب آپ اپنے مخاطب کی سلامتی کے محافظ ہیں اس کی جان و مال آپ پر محترم ہے۔ اور آپ اُس کے خیر خواہ ہیں۔ اور سلام کا جواب دینے سے انہی فرائض کا پابند آپ کا دوست بھی ہو

جاتا ہے۔

• ملاقات کے لیے سب سے اہم بات وقت کی پابندی ہے آپ کے دیر سے آنے پر جو انتظار کی زحمت آپ کے دوست کو اٹھانی پڑی ہوگی۔ شاید ہی آپ اس کا اندازہ کر سکیں۔

• سب سے پہلے اپنے دوست سے اس کی خیریت حال احوال اور مزاج دریافت کرنے چاہییں پھر ملاقات کا مقصد اپنے دوست کو بتا دینا چاہیئے کہ میں فلاں کام سے آیا ہوں یا آپ سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔ اس لیے حاضر ہوا ہوں یا ملاقات کا مقصد اس موضوع پر گفتگو کرنا تھی۔

• آپ اپنے دوست کو اس بات پر مجبور نہ کریں کہ وہ لازماً آپ کی خاطر تواضع کا اہتمام کرے۔ حسب حیثیت وہ خود ہی انتظام کر دے گا۔

• ملاقات کے لیے جائیں تو اتنی دیر مت بیٹھیں کہ آپ کا مخاطب بور ہو جائے یا اس کے کاموں میں حرج ہو آپ کو اپنے دوست کی مصروفیات کا خیال بھی رکھنا چاہیئے۔ رات گئے ملاقات کے لیے جانا ٹھیک نہیں ہاں اگر بہت ضروری کام ہو تو آپ جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی ملاقات بغیر گفتگو تو مکمل نہیں ہو سکتی اور گفتگو کے بھی آداب ہوتے ہیں۔۔۔ یہ آداب ہم آپ کو آئندہ ماہ بتائیں گے۔ انشاءاللہ۔

آنکھ مچولی مفت حاصل کیجئے

مگر

یہ رعایت افراد کے لئے نہیں اداروں کے لئے ہے

ایسے ادارے جو بچوں سے متعلق ہوں یا جہاں بڑی تعداد میں بچے رہتے ہوں ... اگر آپ سمجھتے ہوں کہ کوئی ادارہ اس رعایت کا مستحق ہے تو ہمیں تمام کوائف کے ساتھ خط لکھیے ـــ ہم ایسے ادارے کو ہر ماہ آنکھ مچولی مفت بھجوا دیا کریں گے۔ ان اداروں میں جیل خانہ جات، ہسپتال میں بچوں کے وارڈ، دارالامان، دارالاطفال وغیرہ شامل ہیں۔

ماہنامہ آنکھ مچولی، گرین گائیڈ اکیڈمی۔ ڈی۔۱۱۲ سائیٹ کراچی ۱۶

ماہنامہ

آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی

اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہو جائیے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی

اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) رجسٹرڈ ڈاک سے ~~۱۲۰~~ ۹۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) رجسٹرڈ ڈاک سے ~~۲۴۰~~ ۱۸۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سالہ ممبر شپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ...... روپے کا بینک ڈرافٹ / پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ـــــ میرے نام حسبِ ذیل پتے پر ماہ ...... سے ماہنامہ
جاری کر دیا جائے۔

نام ____________________

مکمل پتہ ____________________

کوئی ضروری ہدایت ____________________

فون نمبر ____________ دستخط ____________

ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت ۔ جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
مستقبل کی بڑی ذمّہ داریوں کے لئے ابھی
سے اپنے ذہن کو تروتازہ اور جسم کو توانا رکھیے
غیر متوازن غذائیں انسانی جسم کی تمام
ضروریات پوری نہیں کرتیں۔
دودھ واحد غذا ہے جو انسانی جسم کو زیادہ
سے زیادہ قوّت فراہم کرتی ہے۔
سارے خواب پورے ہوں
سارے سُکھ پاؤ ..... مگر
دُودھ تو پیو
قدرت کی عطا کردہ اِس انمول نعمت میں
کیلشیم، پروٹین، وٹامنز اور بہت سے معدنی اجزا
شامل ہیں۔ دُودھ کا روزانہ استعمال۔ اچھی صحت،
بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے
دن میں دو بار دودھ پینا اپنی عادت بنائیے۔
چاہیں تو دُودھ میں چاکلیٹ
یا شربت ڈال کر پی سکتے ہیں۔
یوں گویا۔
غذا کی غذا
مزے کا مزا
اِشتہار برائے بہبودِ اطفال: منجانب ماہنامہ آنکھ مچولی، کراچی
MASS

بٹیا: امی میں نے آج دعوت میں اتنا کھایا ہے
کہ چل بھی نہیں سکتا تھا، اس لئے گھوڑے پر بیٹھ کر
آیا ہوں،

ماں: تمہیں شرم نہیں آئی؟۔ تمہارے
ابو کو تو لوگ دعوت کے بعد چارپائی پر ڈال کر
لاتے تھے۔

(انور بنگش ——— کوہاٹ)

ایک آدمی حجامت بنوانے گیا، حجام نے
ایسے طریقے سے بال کاٹے کہ اس آدمی کو بہت تکلیف
ہوئی، تنگ آکر اس نے کہا "تم نے کبھی کسی گدھے
کے بھی بال کاٹے ہیں۔"

حجام نے جواب دیا "نہیں جناب یہ پہلا
اتفاق ہے"

(افشین الٰہی ——— میرپور خاص)

ماں (بیٹی سے) بیٹی تم پین میں نمک مرچ
کیوں ڈال رہی ہو۔

بیٹی: امی۔ ہماری مس نے کہا تھا کہ کل
ایک چٹ پٹا سا مضمون لکھ کر لانا۔۔

(عامر نوید، ——فیصل پارک، —— سرگودھا)

کسی چڑیا گھر کا ہاتھی مر گیا، ایک ملازم
رونے لگا۔ کسی شخص نے اسے روتے دیکھ کر پوچھا۔
"تمہیں ہاتھی سے بہت محبت تھی کیا"

ملازم بولا، نہیں بلکہ رو اس لئے رہا ہوں کہ
مجھے ہاتھی کی قبر کھودنے کا حکم ملا ہے۔

(محمد مسعود فیصل ——— میرپور خاص)

نانی اماں: محمود بیٹا تم امتحان میں فیل
کیوں ہو گئے؟

محمود: نانی۔ میں بھول گیا تھا کہ لندن،

قاہرہ اور واشنگٹن کہاں ہے۔

نانی اماں: بٹیا۔ اسی لئے تو کہتی ہوں کہ اپنی چیزیں سنبھال کر رکھا کرو،

(سائرہ نثار ــــــ نارتھ کراچی)

ایک آدمی بارش میں بھیگا ہوا گھر میں داخل ہوا تو بیوی نے کہا، جب آپ کو پتہ تھا کہ آج بارش ہوگی تو چھتری کیوں نہیں لے کر گئے

آدمی نے جھنجھلا کر جواب دیا، حد ہوگئی بیوقوفی کی۔ کیا میں کپڑوں کے ساتھ چھتری بھی خراب کرتا۔

(تہمینہ احمد ــــــ خانیوال)

بڑھیا (گارڈ سے) کیوں بیٹا اس ٹرین کی ٹکر تو نہیں ہوگی،

گارڈ (مسکرا کر) اماں آپ اتنا کیوں ڈر رہی ہیں،

بڑھیا، بیٹا۔ میرے پاس کچھ انڈے ہیں ڈر رہی ہوں کہ اگر گاڑی کی ٹکر ہوگئی تو یہ ٹوٹ جائیں گے،

(عبدالرؤف، ــــــ لطیف آباد، حیدر آباد)

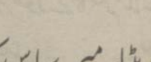

ایک دن مُلّا نصیرالدین نے چاہا کہ وہ اخروٹ توڑ کر کھائے، انہوں نے اخروٹ پر پتھر مارا تو وہ اچھل کر غائب ہوگیا۔

ملّا نے کہا، سبحان اللہ! ہر چیز موت سے بھاگتی ہے۔

(فرخ طفیل ــــــ لاہور)

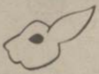

ایک خاتون لیڈر تقریر کر کے اسٹیج سے نیچے اتریں تو فوٹوگرافروں نے گھیر لیا۔ وہ بولیں "آپ لوگ میرے فوٹو لے کر کیا کریں گے" پیچھے سے آواز آئی۔ "جی کچھ نہیں، بس بچّوں کو ڈرایا کریں گے۔

(عاطف حسین، ــــــ فیڈرل بی ایریا، کراچی)

دو قیدی جیل کی کوٹھڑی میں رہتے تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا "تمہاری سزا کتنے سال ہے"

دوسرے نے جواب دیا "تیرہ سال" اور تمہاری کتنی ہے؟"

پہلے نے جواب دیا "بارہ سال"

دوسرے نے کہا "پھر تم دروازے کے پاس سویا کرو، کیونکہ تمہیں جلدی باہر نکلنا ہے"

(راشدہ خانم، ــــــ ناظم آباد، کراچی)

مالک نے اپنے ایک اَن پڑھ نوکر سے کہا
"ایک خالی رکشہ لے آؤ"
نوکر تھوڑی دیر بعد آکر، جناب خالی رکشہ تو نہیں ملتا، ایک نہ ایک آدمی ضرور اندر بیٹھا ہوتا ہے"
(فرید خان، ——— مینگورہ)

ایک دھوبی ایک کنجوس کے پاس دھلائی کا بل وصول کرنے آیا تو کنجوس نے پوچھا "میں نے تم سے صرف دو پاجامے دھلوائے۔ اور ان کی اجرت تم ساڑھے تین روپے بتا رہے ہو
دھوبی جل کر بولا " دو پاجاموں کی اجرت تو صرف آٹھ آنے بنتی ہے، لیکن آپ اُن سب کپڑوں کو بھول گئے جو اُن پاجاموں میں ٹھونسے ہوئے تھے،
(محسن علی، ——— فیڈرل بی ایریا کراچی)

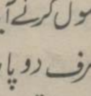

ایک کارخانے میں اکثر کوئی نہ کوئی چیز چوری ہوجایا کرتی تھی، مالک نے تنگ آکر چوکیدار کو ہدایت کی "چھٹی کے وقت سب کی تلاشی لیا کرو"
ایک دن مالک گیٹ کے پاس کھڑا تھا چوکیدار کو لوگوں کی تلاشی لیتے ہوئے دیکھ کر بولا آج کیا چیز کھو گئی"
چوکیدار نے جواب دیا، "جناب۔ آج ایک کرسی چوری ہوگئی ہے"۔
(صبوحی بانو، ——— ملیر، کراچی)

ایک بچے نے امّی سے پوچھا، "امی کیا ماموں جان چوہے ہیں۔
امّی بولیں، "نہیں بیٹا۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو،
بچہ بولا "امی وہ اس لئے کہ میں جب بھی اُن کے پاس جاتا ہوں کہتے ہیں بھاگ جاؤ۔ ابھی میں بل بنا رہا ہوں۔
(سائرہ نواز، ——— راولپنڈی)

ایک شرابی بجلی کے کھمبے کو زور زور سے بجا کر کہہ رہا تھا، دروازہ کھولو، ایک راہ گیر اُدھر سے گزرا، اُس نے کہا "ارے بھائی۔ یہ گھر نہیں ہے، بجلی کا پول ہے"
شرابی "ارے جاؤ۔ کیوں مجھے بیوقوف بناتے ہو۔ اگر یہ گھر نہیں ہے تو پھر یہ اُوپر والی منزل میں روشنی کیسی ہو رہی ہے"
(عمران خان، ——— چوبرجی، لاہور)

لڑکا (فقیر سے) تم بھیک کیوں مانگتے ہو،
فقیر: یہ معلوم کرنے کے لئے کہ سخی کون ہے اور کنجوس کون:

راہنما کتابیں

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے
گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

اِن کا مطالعہ —— علم بڑھائے گا
اِن کی موجودگی —— مفید ثابت ہو گی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پر مشتمل خوبصورت مجموعہ ۔
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راہنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا کارِ ثواب ہے ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

سفرِ مبارک اور تعلیم الاسلام مفت حاصل کرنے کے لئے فی کتاب ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں ۔ رقم یا کم زیادہ ڈاک ٹکٹ قابل قبول نہ ہوں گے۔

کتاب منگوانے کے لئے اپنے پتے پر خط لکھیں ۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی ۔ سائٹ کراچی ۱۶

انکل آئی کیو روبوٹ

سوالاً جواباً

سمندر میں لہریں کیوں آتی ہیں؟

(سید سبط شبیر زیدی کراچی)

سمندر میں لہریں زیادہ اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ اس کو ہر وقت تیز ہواؤں اور طوفان کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر آپ نے پانی کے پاس کبھی کچھ وقت گذارا ہے تو آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ پر سکون دِنوں میں بہت کم لہریں ہوتی ہیں جب کہ آندھی یا طوفان والے دِن پانی میں بہت زیادہ لہریں ہوتی ہیں۔ اور یہی بات یہ ثابت کرتی ہے کہ پانی میں لہریں تیز ہوا یا جھکّڑ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ لہر کو شروع کرنے کے لئے کسی نہ کسی کی طاقت اور توانائی کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ پانی میں آندھی مہیا کرتی ہے۔ اگر ہم لہر کو غور سے دیکھیں تو ہمیں ایسا لگے جیسے پانی آگے بڑھ رہا ہے۔ لیکن اگر لکڑی کے ایک ٹکڑے کو پانی کے اوپر رکھا جائے تو وہ لہر کی طرح آگے بڑھتا ہوا دکھائی نہیں دے گا۔ یہ لہر کے ساتھ صرف اپنی ہی جگہ اوپر نیچے حرکت کرے گا۔ یہ صرف اس وقت آگے بڑھے گا جب ہوا آگے بڑھائے گی۔

چنانچہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لہر میں کس قسم کی حرکت ہوتی ہے یہ حرکت (پانی کے ذرّات نہیں) ساحل تک جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر رسی کو اوپر نیچے حرکت دی جائے تو لہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچے گی مگر رسّی کے ذرّات اپنی اپنی جگہ پر رہیں گے۔ پانی کی لہر میں پانی کے ذرات گولائی کی شکل میں اوپر نیچے حرکت کرتے ہیں لہر کے اوپر والے حصّے کو کرسٹ اور نیچے والے حصّے کو ٹروف کہتے ہیں۔ دو کرسٹ یا دو ٹرف کے درمیانی فاصلے کو "ویولینتھ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔!!

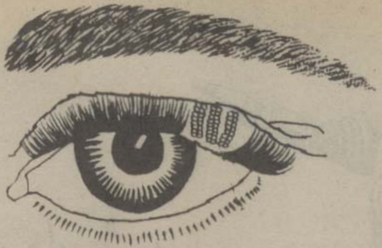

آنکھوں میں آنسو کیسے بنتے ہیں ؟

(محمد نعیم خان شاکر کالاباغ میانوالی)

اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آنکھوں میں آنسو ایسے بنتے ہیں جب آنکھ مچولی میں ہمارا کوئی مضمون نہیں چھپتا اور ظاہر ہے جب ہمیں کوئی تکلیف یا صدمہ پہنچتا ہے تو غم کی شدّت سے آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی میں ۲۵ کروڑ مرتبہ روتا ہے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں آنکھوں کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پپوٹے بنائے ہیں۔ جو مختلف چیزوں سے آنکھوں کو بچاتے ہیں۔ یہ پپوٹے آنکھوں کی حفاظت کے لئے ہر چھ سیکنڈ میں کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ دراصل پپوٹے آنکھوں کے لیئے وائپر کا کام دیتے اور آنسو آنکھوں کو دھوتے ہیں۔ دراصل ہر آنکھ میں آنسو بنانے کے غدود ہوتے ہیں جو آنکھوں کے کنارے پر ہوتے ہیں۔ انہیں آنسوؤں کی نالیاں کہتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے کوئی چیز آنکھوں کو نقصان پہنچائے تو آنسو نکل آتے ہیں۔ آنسوؤں میں ایسے اجزا ہوتے ہیں جو نقصان دہ جراثیموں کو مار ڈالتے ہیں۔ سائنس کی زبان میں آنسو بنانے والے غدودوں کو لیکریمل گلینڈ (LACRIMAL GLAND) کہتے ہیں اس کے علاوہ کسی صدمے کے باعث جب لوگ روتے ہیں تو آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں یا بہت زیادہ خوشی ملنے سے بھی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

انکل بلّی کی آنکھوں میں ایسی کون سی چیز ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں اندھیرے میں اچھی طرح چمکتی ہیں اور وہ آسانی سے سب کچھ دیکھ لیتی ہے بلکہ اپنے شکار کو جانے نہیں دیتی کیا وجہ ہے ؟

(ایم اکرم سیال حیدر تحصیل ننکانہ صاحب)

صرف بلّی ہی نہیں اور بھی دوسرے جانوروں کی آنکھیں رات کو چمکتی ہیں یہ خیال درست نہیں ہے کہ بالکل اندھیرے میں ان کی آنکھیں روشن رہتی ہیں اس کے لئے آپ تجربہ بھی کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ ایک بلّی کو اندھیرے کمرے میں بند کریں احتیاط یہ کریں کہ اس کمرے میں روشنی بالکل نہ ہو۔ اور باہر سے بھی داخل نہ ہو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ بلّی کی آنکھیں آپ کو نظر نہیں آئیں گی۔

دراصل بات یہ ہے کہ اندھیرے میں ذراسی بھی روشنی پڑنے پر بلّی اور بعض دوسرے جانوروں کی آنکھیں چمکنے لگتی ہیں اس کی وجہ وہ دو قسم کے مرکبات ہیں جو روشنی کو جذب کر کے پھر دوسرے رنگوں میں واپس لوٹا دیتے ہیں۔ پہلی قسم ان مرکبات کی ہے جن کو فاسفورسی مرکبات کہتے ہیں یعنی یہ کہ ان میں فاسفورس کی کیفیت ہوتی ہے دن میں سورج کی روشنی جذب کرتے ہیں یارات کو تیز روشنی جل رہی ہو تو اسے بھی جذب کرتے ہیں اور پھر جب اندھیرا ہوتا ہے یا اطراف کی روشنی کم ہو جاتی ہے تو یہ مرکبات اپنی روشنی خارج کرنے لگتے ہیں رات کو نظر آنے والی گھڑیوں میں چمک ان ہی مرکبات سے ہوتی ہے اور آج کل تو اس کا استعمال عام ہو گیا ہے پلاسٹک میں یہ مرکبات ملا دیئے جاتے ہیں پھر ان سے تسبیحیں اور طرح طرح کے سامان بنائے جاتے ہیں جو رات کو روشن رہتے ہیں دوسرے مرکبات وہ ہیں جو فلوری کہلاتے ہیں ان میں فلوریت کا عمل ہوتا ہے یعنی جب روشنی پڑتی ہے تو یہ روشن ہو جاتے ہیں ۔ روشنی ختم ہوئی تو ان کا چمکنا بھی بند ہو جاتا ہے ان کو بھی بے شمار چیزوں میں استعمال کیا جاتا ہے ٹیلی ویژن کی اسکرین پر بھی یہی مرکب لگا ہوتا ہے پیچھے روشنی پڑتی ہے تو یہ روشن ہو جاتے ہیں روشنی ختم ہوئی تو ان کا چمکنا بھی بند ہو جاتا ہے ان کو بھی بے شمار چیزوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹیلی ویژن کی اسکرین پر بھی

یہی مرکب لگا ہوتا ہے پیچھے روشنی کی شعاع پڑتی ہے تو پردہ روشن ہو جاتا ہے۔ بجلی بند کر دیں تو اس کی چمک بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ٹیوب لائٹ بھی اسی اصول پر کام کرتی ہے ۔ اس کے اندر سفید رنگ کا فلوری مسالہ لگا دیا جاتا ہے اس کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ یہ معمولی روشنی کو بھی زیادہ روشنی کی صورت میں پیش کر دیتی ہے ۔ اور یہ عام بلب سے تین گنا زیادہ روشنی دیتی ہے ۔ بلّی کی آنکھوں میں فلوری مرکب ہوتا ہے جو روشنی پڑنے پر چمکتا ہے گویا انگارے رکھے ہوئے ہیں۔ مختلف جانوروں کی آنکھیں۔ مختلف رنگ پیدا کرتی ہیں بعض ماہر شکاری اس کی وجہ سے انہیں پہچان لیتے ہیں ۔ اور رہی بلّی کے اپنے شکار پکڑنے کی بات تو بھائی بات یہ ہے کہ بعض دفعہ شکار اس قدر ڈرا اور سہما ہوا ہوتا ہے کہ بلّی اس کو جھپٹا مار کر نہایت آسانی سے پکڑ لیتی ہے ۔

عیدی کون لے گا

دلچسپ سروے، منتخب جواب

ہم نے ماہ اپریل کے شمارے میں "عیدی کون لے گا؟" کے عنوان سے ایک مقابلے کا اعلان کیا تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے قارئین ساتھیوں کی بڑی تعداد اس مقابلے میں شریک ہوئی۔ سب سے بڑھ کر خوشی تو اس بات کی ہوئی کہ ہمارے سب ہی ساتھی دکھی انسانیت کے کام آنے اور اُن کے دُکھ دَرد بانٹنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو سلامت رکھے۔ ساتھیوں کے جوابات نے ہمیں پریشان کر دیا اس لئے کہ کم و بیش سب ہی جوابات بہت اچھے موصول ہوئے ہیں۔۔ اب اگر ہم چند ساتھیوں کو انعام بھجواتے ہیں تو تنقید اور بحث کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا۔ اور ہم کسی کو مطمئن نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم عیدی کے لئے مختص تین سو روپے میں سے آدھی رقم تو ایسے فلاحی اداروں کو بھجوا دیں گے جو واقعتاً خیر اور بھلائی کے کاموں میں مصروف ہیں جبکہ بقیہ ۱۵۰ روپے تین ساتھیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں گے۔۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ جن تین ساتھیوں کے نام ہم نے نکالے ہیں۔ اُن کے نام مع جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱ پہلا حصہ ضرورت مند کو دُوسرا امی کو اور تیسرا اپنی جماعت کی کتب پر خرچ کروں گا۔

عبداللہ خان۔ گرین ٹاؤن۔ کراچی۔

۲ عیدی کو حضورؐ کے فرمان کے مطابق خرچ کروں گا۔ سلطان بشیر۔ اسلام آباد

۳ میں اپنی عیدی کسی ایسے ادارے کو دوں گی جو خون کے عطیئے سے لوگوں کی قیمتی جان بچاتے ہوں۔

فرح رفیق، منچن آباد، بہاولنگر۔

انعام کے مستحق ساتھیوں کے علاوہ دیگر ساتھیوں کے ارسال کردہ دلچسپ جوابات

میں اپنی عیدی کا ایک حصہ ایک غریب خاتون کو دوسرا حصہ اپنے چھوٹے بھائی کو اور تیسرا حصہ خود رکھوں گا تا کہ کتب خرید سکوں۔ فہیم الرحمٰن، چک لالہ، راولپنڈی

میں عیدی کی رقم سے نماز کی کتب چھپوا کر تقسیم کروں گا، تاکہ نماز سے غافل لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔
محمود حسین، لانڈھی، کراچی

ہم عیدی کو پرائز بونڈ کی صورت میں خرچ کریں گے۔ جواد شہزاد، سکندر پورہ، پشاور

ہم عیدی کو سلیقے، عقلمندی اور اعتماد سے خرچ کریں گے۔ ذاکر الدین، ملیر، کراچی

پہلا حصہ مستحق لوگوں کو، دوسرا حصہ غریب ساتھی کو اور تیسرے حصے سے آنکھ مچولی خریدوں گا۔
شاہد ناصر رانا، کمالیہ

عیدی کو تین حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ محتاج کو ایک حصہ چھوٹے بہن بھائیوں کو اور ایک حصے سے اپنی ضروریات کی چیزیں خریدوں گا۔ عمران خالد، کالج روڈ، سرگودھا۔

میں عیدی سے اپنے دوستوں کو آنکھ مچولی خرید کر دوں گا۔ مشتاق احمد ہاشمی، عیدگاہ روڈ، راولپنڈی۔

میں اپنی عیدی بنگلہ دیش کے سیلاب زدگان کو دوں گی۔ آسیہ فاروق، نارتھ ناظم آباد، کراچی

میں عیدی سے ایک گھڑی خریدوں گا۔ تاکہ وقت کی پابندی کر سکوں۔ محمد آصف بھٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

میں اپنی عیدی سے ابتدائی قاعدے خرید کر ایک ان پڑھ کو پڑھاؤں گی۔ شازیہ مبین، سرگودھا۔

کسی بھی ذریعے سے عیدی کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں گی۔ شبانہ عندلیب، ڈیرہ اسماعیل خان

یہ عیدی ہم ہلال احمر فنڈ میں جمع کرا دیں گے۔ عزیز الرحمٰن، مارکیٹ کمیٹی، نواب شاہ

اپنے ہاکر کو آنکھ مچولی کا بل ادا کریں گے۔ محمد عرفان المجاھد، سولجر بازار، کراچی

اپنی عیدی کا کچھ حصہ مٹھائیوں اور پھلوں پر اور باقی حصہ کتب خریدنے پر صرف کروں گا۔ عارف الرحمٰن، میٹھا خیل سرحد

عیدی کو اس طرح خرچ کروں گا حقیقی مسرت اور خوشی حاصل ہو۔ ضمیر حسین میمن، بیراج روڈ، سکھر

میں عیدی کی رقم سے ماہنامہ آنکھ مچولی کا سالانہ خریدار بنوں گا۔ بینا گل، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

میں عیدی کو فریم میں سجا کر ڈرائنگ روم میں رکھ دوں گا یہ آپ کی محبت کی نشانی ہوگی۔ رضا احمد سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

ہم عیدی کو غریب دوستوں، یتیموں، ناداروں اور بیواؤں کی مدد اور مستحق لوگوں کے علاج پر خرچ کریں گے۔

سعدیہ رفیق، حاجی پورہ سیالکوٹ — نور محمد، کھلابٹ، ہری پور — محمد وسیم، محلہ رحمانیہ، میاں چنوں
محمد شاہد فیروز، محبوب حق، گوجرانوالہ — کلثوم جہاں، برال کالونی، جہلم — شاہ نور افشاں، نارتھ کراچی،

محمد وسیم خان ،ملکانی لین ،حیدرآباد
صائمہ یونس ،گرومندر ،کراچی
کاشف عباس ،ماڈل کالونی ،کراچی
شاہینہ جلال ،میرپورخاص
رفعت اللہ ،ملیر ،کراچی
صباحت مُشیر ،منگلہ کینٹ ،جہلم
عامر رضا ،نیا محلہ ،جہلم
رومانہ پنی ، برال کالونی ،جہلم
رفیق علی گوہر ،بلت کالونی ،فیصل آباد
ناظمہ آنسہ ،امرپورہ ،راولپنڈی
ندیم طاہر ،لوہار مارکیٹ ،رحیم یار خان
عمر فاروق ،صادق بازار ،رحیم یار خان
ریحانہ حفیظ ،شاہی بازار ،مٹیاری
سید محمد ذکی ، نیو کراچی
نعیم حاجی اقبال ،کھارادر ،کراچی
افشین الٰہی ،سٹلائیٹ ٹاؤن ،میرپورخاص
مرزا محمد ارشاد ،پانڈک ،ہری پور

اختر حسین ،پٹیل پاڑہ ،کراچی
مہر اللہ ،میزان مارکیٹ ،کوئٹہ
سیّد محمد علی ،لطیف آباد ،حیدرآباد
امجد علی شاہ ، ظاہر پیر
جمیل احمد تبسم ، میاں چنوں
نسرین حسن انصاری ،اردو بازار ،سکھر
صائمہ ولی ، کورنگی ، کراچی
عامر جعفری ـــــ ، لاہور
ضیاء الرحمٰن ۔ نواب شاہ
انجم آراء ،امرپورہ ،راولپنڈی
فہد شیخ ،جی او آر کالونی ،حیدرآباد
اسماء رئیس ،پی آئی بی کالونی ،کراچی
بابر شاہ ،جبیاں ،ضلع اٹک ۔
سید نسرین اعجاز ، نیو کراچی
منیر احمد فاضل ،برڈ ووڈ روڈ ، لاہور
عامر نوید ،فیصل پارک ،سرگودھا
ناہید فیروز ،فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۔

صائمہ انصاری ،لطیف آباد ،حیدرآباد
محمد حنیف ،سنجادلی ،ضلع لورالائی ۔
عامر سلیمان ،میٹھادر ، کراچی ۔
طاہر صادق ،قلعہ گوجر سنگھ ، لاہور
عظیمہ اسلام ،میرپور آزاد کشمیر
روبینہ بشیر ،گوالمنڈی ،راولپنڈی
گل شیر ،باڑہ گیٹ ، پشاور
ایاز احمد ،گورنمنٹ ہائی اسکول لیّہ
رئیسہ الیاس ،سمن آباد ،فیصل آباد
سجیل وُہرہ ،شمع روڈ لاہور ۔
محمد اعجاز خان ،جامشورو ،کوٹری ،
فرزانہ خان ، واہ کینٹ ۔
عابدہ یاسمین ناز ،سرگودھا ۔
رقیہ آرزو ،طاہر خان روڈ ،کوئٹہ
فوزیہ اشرف ،دھوبی محلہ ،ساہیوال
صبوحی بانو ،کوثر ٹاؤن

ہم عیدی سے عمدہ دلچسپ اور معیاری کتب خریدیں گے ۔

زرّین فاطمہ ،الف ۶/۲ ،اسلام آباد
شوکت اکبر ،بھریا روڈ ،نواب شاہ
نجمہ فرحت ،امرپورہ ،راولپنڈی
نذیر احمد قریشی ،ملیر ،کراچی

محمد انور قریشی ،مکتبہ محبوب ،شکارپور
فضل ربی "معیار" ،مردان
عبدالباسط ،کورنگی ، کراچی
نادیہ بتول ،باغبانپورہ ،لاہور

ذیشان حمید ،فیڈرل بی ایریا ،کراچی ۔
شکیل احمد ،نصرپور ،ٹنڈو الہ یار
منصور حسین ، لانڈھی ، کراچی ۔
روبینہ حکیم قریشی ،ملتان ۔

محمد فہیم قریشی، ملتان　　سید اظہر حسین، ٹنڈو آغا، حیدر آباد

عیدی پر ملنے والی رقم کا آدھا حصّہ خود خرچ کریں گے اور آدھے حصّے سے مستحق لوگوں کی مدد کریں گے۔

سلمان حیدر، ڈالمیا، کراچی　　بلال اطہر، کھوکھراپار، کراچی　　رضا بشیر، پی آئی اے کالونی کراچی
مبشر ارشاد، چاند اسٹریٹ، سکھر　　ثاقب مسعود ابدالی ٹاؤن جہلم۔

ہم عیدی کو اپنی تعلیم اور کورس کی کتب پر خرچ کریں گے۔

حمیرا علیم، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ　　محمد اعظم بلوچ، ملیر، کراچی۔　　عرفانہ اصغر کبیروالہ۔

ہم عیدی خدمت خلق کی خاطر ایدھی ٹرسٹ کو دے دیں گے۔

مولا بخش بلوچ، ملیر کراچی　　صبا انصار، کریم آباد، کراچی　　نام نہیں لکھا، شادمان ٹاؤن، کراچی
یاسمین ثمرین لطیف آباد، حیدر آباد　　فریال اسلم، مقام کا نام نہیں لکھا

ہم اپنی عیدی رفاہی اداروں کی نذر کر دیں گے۔

فراز احمد، بفرزون، کراچی　　شریف کھوکھر، شاہدولہ روڈ گجرات

ہم اپنی عیدی افریقہ کے مصیبت زدگان کے فنڈ میں جمع کرا دیں گے۔

محمد علی، ایل ایم سی کالونی، جامشورو　　عائشہ شیخ، جی او آر کالونی حیدر آباد

ہم اپنی عیدی محلّے کی مسجد کے چندہ میں دے دیں گے۔

سعدیہ سعید، پشاور　　سعد صالح، ٹاؤن شپ، لاہور　　محمد سلیم، سرفراز کالونی، حیدر آباد۔

ہم اپنی عیدی، خون کے عطیہ دینے والے اداروں تک پہنچا دیں گے

فرخ رفیق، مین بازار، منچن آباد　　زینب شیخ، جی او آر کالونی، حیدر آباد

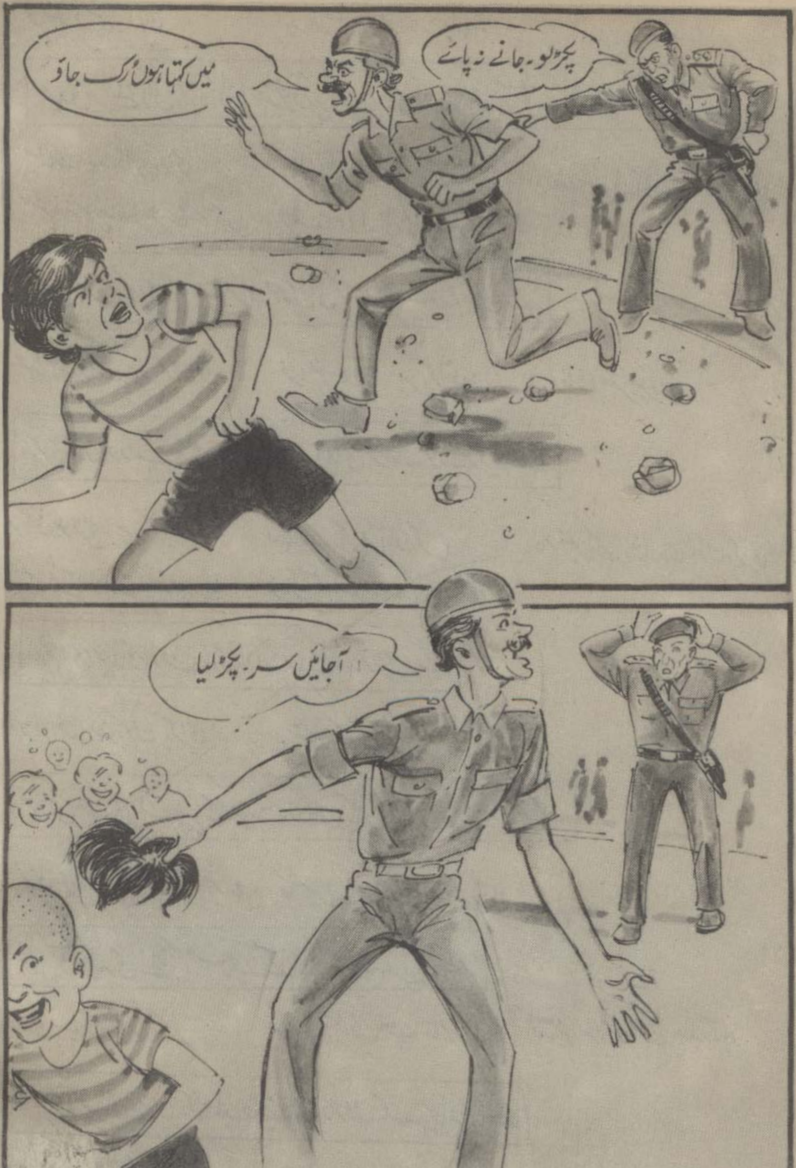
پکڑلو۔ جانے نہ پائے
میں کہتا ہوں رک جاؤ
آجائیں سر۔ پکڑلیا

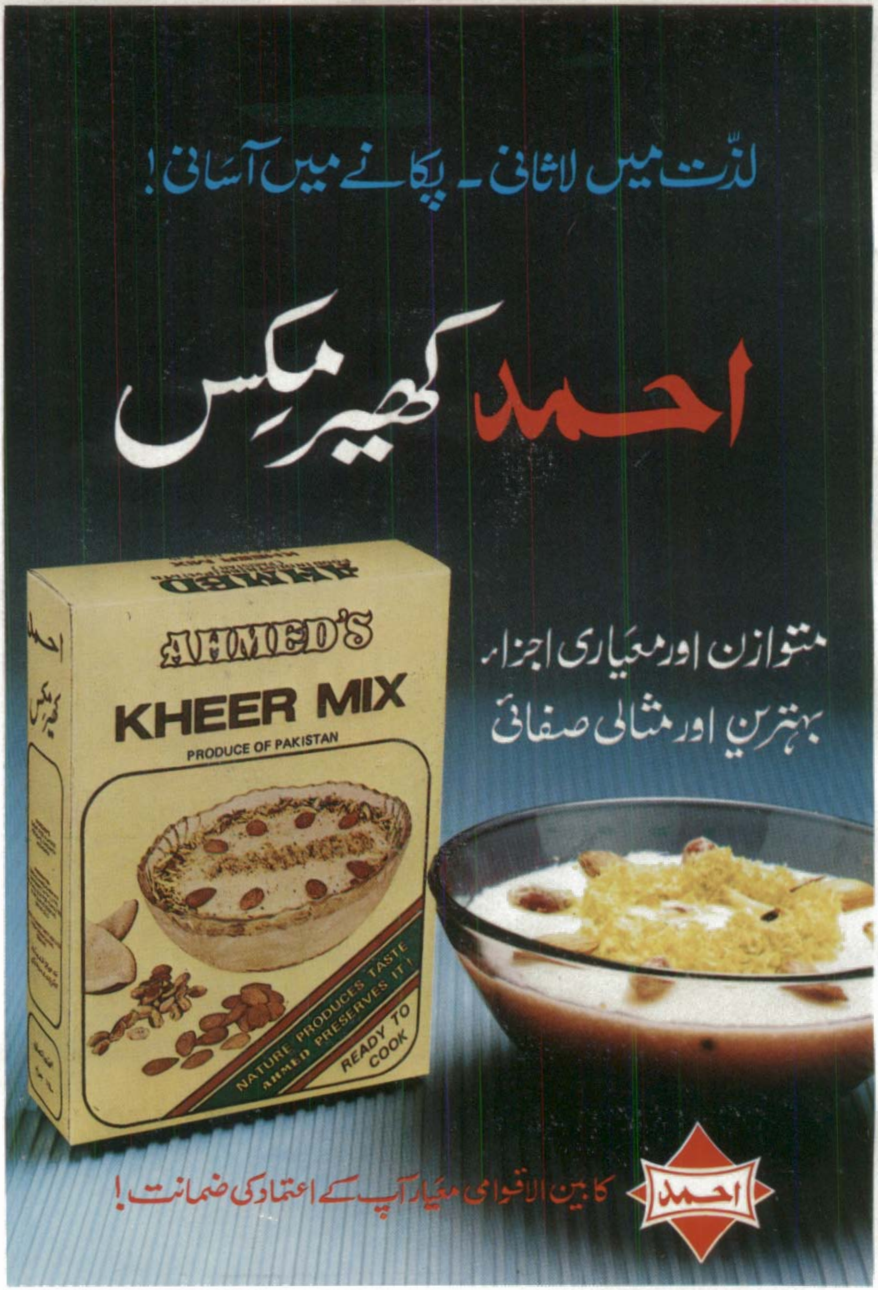

لذّت میں لاثانی ۔ پکانے میں آسانی !
احمد کھیرِ مکس
AHMED'S
KHEER MIX
PRODUCE OF PAKISTAN
NATURE PRODUCES TASTE
AHMED PRESERVES IT !
READY TO COOK
متوازن اور معیاری اجزاء
بہترین اور مثالی صفائی
احمد
کا بین الاقوامی معیار آپ کے اعتماد کی ضمانت !

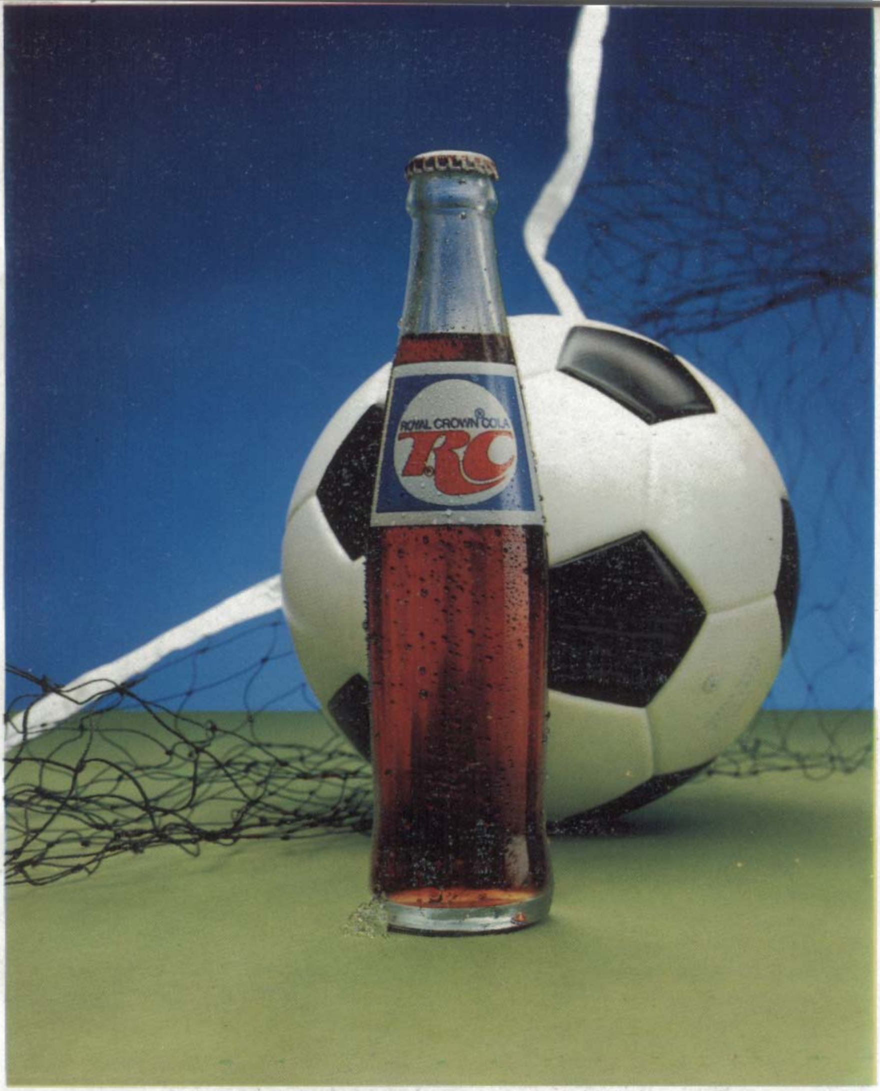

CONTINENTAL BEVERAGES (PVT) LTD.
D-210, ESTATE AVENUE S. I. T. E., KARACHI-16

رومی بھیس بدلتا ہے

عظیم سرور

نیلی کار

قسط نمبر ۱۰

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے اتر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرُو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کہ موٹے گرُو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرُو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کر دو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرُو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلے کا

پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امی نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلّے کی عورتیں بھی جمع ہوگئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کرکے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہوگیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدمی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق نے لینے سے انکار کردیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس گستاخی کا بدلہ لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر فیج بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی مگر موٹے گرو کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سیٹھ رفیق نے خوف سے اپنے بیٹے فرید کو گھر میں بند کر رکھا تھا۔ رومی بھی کافی احتیاط برتتا تھا۔ ایک دن رومی بازار میں جا رہا تھا کہ اسے موٹے گرو کا ایک آدمی نظر آگیا۔ رومی نے اس کا تعاقب شروع کردیا۔ وہ شخص ہوٹل کے ایک کیبن میں جاکر بیٹھا تھا۔ رومی پہلے تو باہر کھڑا دیکھتا رہا پھر وہ ساتھ رومی کیبن میں جاکر بیٹھا دوسری طرف کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا تھوڑی دیر میں ایک دوسرا آدمی اس شخص سے ملنے آیا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل صبح گیارہ بجے گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے اس آدمی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب کی پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ گرو کا یہ حکم اُسے ایک آدمی کے توسط سے ملا ہے۔ اور یہ کہ گرو خود کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلا آدمی گرو کے ٹھاٹ باٹ پر بڑا رشک کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے اسے خرچ کے لئے روپے بھی نکال کر دیئے۔ اسی دوران رومی جلدی سے نکل کر باہر گیا تاکہ وہ اس کا چہرہ دیکھ سکے۔ پہلے تو وہی آدمی نکلا جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا شخص تھا۔ جس نے رومی کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ دونوں باہر نکل کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر علیحدہ ہوگئے۔ رومی نے سوچا کہ تعاقب کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دینی چاہئے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا مشکل تو یہ ہے کہ اس گروہ کے کسی آدمی کو پوری بات معلوم نہیں ہم اگر ان کے کسی آدمی کو گرفتار بھی کرلیں تو وہ ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ انسپکٹر نے کہا کہ مجھے مجرموں کے گرو کو پکڑنے کے لئے رومی کی مدد کی ضرورت ہے۔ رومی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہے۔ دوسرے دن صبح انسپکٹر نے رومی کو اس کا کام سمجھایا۔ رومی ایک پالش والے کے بھیس میں گاندھی گارڈن میں داخل ہوا۔ رومی پالش کروانے والوں کو کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہا۔ اُس کو کالے رومال والا شخص نظر نہیں آیا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ فوارے کے پاس ایک آدمی نے اپنی پتلون کی بائیں جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیر کر پسینہ پونچھنے لگا۔ رومی کے دل کی کلی کھل گئی

وہ بڑی ہوشیاری سے اس آدمی کی حرکتیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹھگنا سا آدمی اس کی طرف بڑھا۔ رومی کو پتہ چل گیا کہ چھوٹے قد والا یہ آدمی اکبر ہے۔ رومی نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور برش کو لہراتا ہوا بوٹ پالش کی آواز لگانے لگا اور ان دونوں آدمیوں کے پاس پہنچ کر پالش کرنے کے لئے کہنے لگا۔ آخرکار چھوٹے قد والا آدمی پالش کروانے پر تیار ہوگیا۔ رومی دونوں آدمیوں کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ گیا کہ ان کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

مونچھوں والے آدمی نے چھوٹے قد والے کو بتایا کہ کل تم کو ریل کا سفر کرنا ہے تم حیدرآباد کا ٹکٹ خرید کر کراچی ایکسپریس میں سوار ہو جاؤ گے راستے میں جس اسٹیشن پر بھی تم کو نیلی پگڑی والا آدمی کالے رومال سے چہرہ صاف کرتا ملے گا۔ تم وہیں اُتر جانا۔ پھر اُس نے اشارہ بتایا۔ اس آدمی کے پاس ایک صندوق ہوگا تم گاڑی سے اُتر کر اس آدمی کے ساتھ اسی پلیٹ فارم پر بیٹھ جانا پھر واپس کراچی آنے والی گاڑی میں اس کے ساتھ سوار ہو جانا اگلے اسٹیشن پر وہ اُتر جائے گا۔ اس کے بعد تم کو صندوق کراچی لانا ہوگا۔ پھر چھوٹے قد والے آدمی نے اُسے پیسے مانگے اتنے میں رومی نے بھی اپنا کام ختم کرلیا تھا۔ چھوٹے قد والے آدمی نے رومی سے دوبارہ جوتا پہنانے کو کہا رومی نے انکار کردیا اُس نے رومی کو پیسے دینے سے انکار کردیا۔ رومی نے کہا کہ "ہم پیسے کا لالچی نہیں ہے" اور یہ کہہ کر پالش کی ڈبیہ اور برش سنبھال کر آگے بڑھ گیا

آخری ڈبے میں چھوٹے قد والا اکبر نہیں تھا اسی طرح تلاش کرتے کرتے رومی کو ایک ڈبے میں اکبر مل گیا وہ اسی ڈبے میں بیٹھ گیا۔ رومی نے باہر جھانک کر دیکھا جنگ
کے اسٹیشن پر ایک دیہاتی نیلی پگڑی پہنے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا پاس ہی ایک کالے رنگ کا پرانا سا صندوق تھا اس دیہاتی نے جیب سے کالا رومال نکالا
چہرے پر سے پسینہ پونچھنے لگا رومی جلدی سے نیچے اتر گیا اور اکبر سے پہلے دیہاتی کے پاس ایک بنچ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اکبر دیہاتی کے قریب سے گزرا اور اس نے اپنے آپ سے بات کرنے کے
میں کہا گرد آ پڑا۔ دیہاتی نے کالا رومال اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا معلوم پڑا۔

اکبر اور دیہاتی آپس میں باتیں کرنے لگے۔ رومی پہلے سے سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اپنا منہ ٹیڑھا کر کے گانا گانے لگا۔ اکبر نے اس کو بھگانا چاہا۔ لیکن رومی نے بلبلا کر درخواست
دیہاتی کو رحم آ گیا۔ اس نے اس کو وہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ پھر اکبر نے رومی سے بوتل مانگی۔ رومی نے دو بوتلیں نکال کر دیں اور ان کی باتیں غور سے سننے لگا۔ وہ گروکے ا
کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ اکبر نے دیہاتی کو پیسے دیئے اور دیہاتی نے اکبر کو اپنا کراچی تک کا ٹکٹ دیا

پھر کراچی جانے والی گاڑی میں دیہاتی اور اکبر بیٹھ گئے۔ رومی کو دوسرے ڈبے میں جگہ ملی پھر وہ پانی والے ڈبے میں بیٹھ گیا۔ لڑکوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور کہتے رہے کر
بیٹا کراچی آ نہ دے اور رومی بھی دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کراچی میں کیا ہوتا ہے۔ دیکھ لیں گے۔

گاڑی کراچی ریلوے اسٹیشن کی حدود میں داخل ہو رہی تھی اور ڈبے کے دروازے پر کھڑا رومی سوچ رہا تھا۔ میرے
سفر کا مقصد کیا تھا صرف ایک آدمی کا پیچھا کرنا۔ اس کی باتیں سننا اور پھر اس کے ساتھ واپس آ جانا اس کا دماغ تیزی
ان باتوں کو یاد کرنے لگا جو دیہاتی اور ٹھگنے اکبر نے جنگ شاہی کے اسٹیشن پر کی تھیں

کراچی کا پلیٹ فارم آ گیا تھا اور گاڑی کی رفتار بالکل آہستہ ہو گئی تھی۔ پلیٹ فارم پر بے شمار لوگ کھڑے تھے
لوگوں کی نظریں تیزی سے گزرتے ہوئے ڈبوں کی کھڑکیوں کے ساتھ ساتھ دوڑتی ہوئی ان لوگوں کو تلاش کر رہی تھیں
جن کو وہ لینے کے لئے آئے تھے۔

ڈبے کی کھڑکیوں سے سر نکالے اور دروازوں کے ساتھ لٹکے ہوئے مسافر بھی اس بے چینی سے اپنے رشتہ
داروں، دوستوں کو ڈھونڈ رہے تھے۔ کسی مسافر کا جاننے والا اسے دیکھنے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ ہاتھ ہلاتا ہوا، ہنستا
ہوا بالکل بچوں کی طرح ڈبے کی طرف بھاگنے لگتا۔

رومی کی نگاہیں بھی کسی کو ڈھونڈ رہی تھی اور اس کو زیادہ دیر نہیں لگی۔

ایک طرف کو انسپکٹر صاحب سادہ کپڑوں میں کھڑے ہوئے تھے۔ جیسے ہی گاڑی رکی وہ تیزی سے اتر کر
اس طرف لپکا اس نے بوتلوں کا کریٹ بھی وہیں چھوڑ دیا۔

ٹھنڈے پانی والے لڑکے نے جب یہ دیکھا کہ رومی اپنا کریٹ بھی چھوڑ کر بھاگا جا رہا ہے۔ تو اس نے پیچھے

خوانچہ تو نہ اُلٹا لیکن رومی کے خیال کا دھارا اُلٹ گیا۔ اُسے یاد آیا کہ صبح سے لے کر اب تک اس نے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ راستے میں صرف ایک بوتل سیون اپ پی تھی۔ لیکن وہ تو بھوک کو اور بڑھا دیتی ہے۔ راستے میں کئی اسٹیشنوں پر خوانچے والے کھانے پینے کی چیزیں بیچ رہے تھے۔

ایک تو اس کی ڈیوٹی انوکھی قسم کی تھی۔ دوسرے ویسے بھی اُسے خوانچے پر سے چیزیں خرید کر کھانے کی عادت نہ تھی۔

اُس نے سوچا "چلو انسپکٹر صاحب کو سارا قصہ سنا دیتا ہوں۔ اُس کے بعد مزے سے کھانا کھاؤں گا۔"

انسپکٹر صاحب ویسے تو اس کا ہی انتظار کر رہے تھے لیکن جب رومی ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے کوئی گرمجوشی نہیں دکھائی وہ بڑے سکون سے کھڑے مسافروں کی طرف دیکھتے رہے۔ رومی پہلے تو چونکا پھر وہ ساری بات سمجھ گیا۔ اور ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

مسافر آ جا رہے تھے۔ قلیوں سے مزدوری طے ہو رہی تھی۔

لوگ گلے مل رہے تھے۔ اور!

اور رومی بڑی تیزی سے انسپکٹر صاحب کو اپنے سفر کا حال سُنا رہا تھا۔ دُور سے کوئی آدمی دیکھتا تو کبھی یہ نہ سمجھ سکتا تھا کہ رومی انسپکٹر صاحب سے کوئی بات کر رہا ہے۔ ویسے تو وہ ساتھ ساتھ ہی کھڑے تھے لیکن انسپکٹر صاحب دائیں طرف پُل سے اُترنے والے مسافروں پر نظر جمائے ہوئے تھے اور رومی بائیں طرف دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے میں دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن انسپکٹر صاحب پوری توجہ سے رومی کی باتیں سن رہے تھے۔

رومی اپنے سفر کا حال سنانے کے ساتھ ساتھ اُس ڈبے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس میں اکبر بیٹھا تھا۔

جیسے ہی رومی نے اپنا قصہ ختم کیا ویسے ہی اس ڈبے سے ٹھگنا اکبر کالا صندوق لے کر نکلا صندوق کو پلیٹ فارم پر رکھ کر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

انسپکٹر صاحب نے آہستہ سے رُومی سے پوچھا۔ "کیا یہی آدمی ہے"۔

رومی نے کہا "جی ہاں"

انسپکٹر صاحب بولے "اچھا تو صندوق بھی خیریت سے پہنچ گیا"۔

رومی نے کہا۔

"جی ہاں! اب آپ گرفتار کیجئے اِسے جرم کا ثبوت موجود ہے"۔

انسپکٹر صاحب مُسکرائے۔ "نہیں بیٹے اِس کو پکڑنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اصل مجرم توان کا گُروہ ہے"۔

رومی نے مایوس ہو کر کہا۔ "پھر کیا ہوگا۔ موٹے گرو کا تو کچھ پتہ چلتا ہی نہیں۔ سارا سفر بھی بے کار گیا"۔

انسپکٹر صاحب نے کہا "گھبراؤ مت! تم اِس سفر سے بہت بڑی خبر لائے ہو۔ موٹے گرو کے بارے یہ
اب تک ہم یہ جانتے تھے کہ وہ باہر کے ملکوں کا سامان ہی پاکستان لاتا ہے لیکن اب پتہ چلا کہ وہ پاکستان سے بھی
چیزیں باہر لے جاتا ہے اب تو اس کی پوری ٹولی پھنس جائے گی۔ تم اس سفر میں نہ جاتے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ گر
سامان ٹرک سے گاؤں میں آتا ہے اور وہاں سے ریل کے ذریعے شہر میں آتا ہے"۔

رومی نے کہا "پھر آپ کب پکڑیں گے موٹے گرو کو۔؟"

انسپکٹر صاحب بولے "میرے خیال میں اُس کا وقت آگیا ہے۔ بس اب تم ایک کام اور کرو۔ اپنے پروگرام
مطابق اکبر کو لینے کے لئے ایک نیلی کار والا آدمی آئے گا"۔

"جی ہاں"! رومی نے کہا۔

"بس تم اکبر کے ساتھ ساتھ رہو۔ اکبر اور نیلی کار والا آدمی جو باتیں کریں ان کو بھی سُن لو"۔

"بہت اچھا"۔ کہنے کو تو رومی نے بہت اچھا کہہ دیا۔ اور بڑی تیزی سے آگے بھی بڑھنے لگا۔ لیکن بھوک
اس کی حالت بُری تھی۔

اب تک اُس نے بھوک کے بارے میں پیٹ میں چوہے دوڑنے والی مثل صرف سُنی تھی۔ آج اُس کو
جیسے واقعی اُس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ اُس نے دیکھا اکبر قلی کے سر پر صندوق رکھوا کر مُسکراتا
پلیٹ فارم سے باہر نکل رہا ہے۔ رومی کو اُس کی مسکراہٹ زہر لگی' اس نے دِل میں سوچا۔

"موٹے گرو کے ساتھ جب یہ جیل کی ہوا کھائے گا پھر اس سے کہوں گا" ذرا اب ہنس کے دکھا

پھر کیا ہوا ———— یہ آئندہ ماہ پڑھیئے۔

مقابلہ کارٹون کیپشن

مقابلے کے اکثر شرکا، کارٹون کو پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکے۔ اسی لئے موصول ہونے والے جوابات میں سے بہت
زایسے جوابات کی تھی جو کارٹون سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ سات منتخب جوابات میں سے نمبر ۲۔ نمبر ۴ اور نمبر ۵
ام کتب کا تحفہ بھجوایا جارہا ہے۔ (ادارہ)

ہائیں ! یہ ویٹ مشین کہاں گئی ؟ ـــ راشد جلال ، مردان سرحد

اوہ ! اتنی بھاری بھرکم مسز پنکی کے بوجھ سے تو میرا دم گھٹ جائے گا ـــ شفقت علی شفقت ، کاموںکی

ائے اللہ۔ اس کا وزن بتانا میرے بس کی بات نہیں ـــ شہزاد اقبال، کوہاٹ روڈ پشاور

ف مرگئے ! جل تو جل تو آئی بلا کو ٹال تو ! ـــ رخشندہ تابندہ ریاض ، باغبانپورہ، لاہور

ب میرے خدایا ، میرے پاس تو اوور لوڈ کی گنجائش بھی نہیں ، اب کیا کروں ؟ ـــ جمال حیدر بنگش مردان

ے اپنا وزن معلوم کرنا تھا ! لیکن یہ ویئنگ مشین آخر گئی کہاں ! ـــ اسماء احمد، لیاقت آباد ، کراچی

ں عورت کا وزن دیکھ کر تو یہ ویئنگ مشین بھی بھاگ کھڑی ہوئی ـــ فریال نورین ، دستگیر ، کراچی

مقابلے میں شریک ہونے والے دیگر شرکا، کے نام

عظمیٰ عقیل فاروقی، سکھر • روبینہ حکیم الدین ، ملتان • راشد جلال ، مردان

باقر رضا ، کراچی • ناصر حفیظ ، ملتان • صائمہ ارم ، اسلام آباد

عثمان سلیم ، ملتان • جمیل احمد تبسم ، خانیوال • اسماعیل راحت ، تھرپارکر

عبدالرحیم ، کراچی • مہرین فاطمہ گوہر ، کراچی • ثارق شمیم ، کراچی

• فریال اسلم ، کراچی • سرفراز طالب ، فیصل آباد

کاٹھ کی ہانڈی

س ۔ م ۔ دانش

ظہران بہت اچھا طالب علم تھا۔ پڑھائی اور کھیل کے سلسلے میں وہ ہمیشہ کھیل کے وقت کھیل اچھا، اور کام کے وقت کام اچھا کے اصول پر عمل کرتا تھا۔ اس اصول پسندی کی وجہ سے اُسے گھر اور باہر دونوں جگہ یکساں مقبولیت حاصل تھی نہ امّی ابو کو کبھی شکایت ہوتی نہ ہی اساتذہ ناراض ہوتے اس دفعہ بھی اس نے اپنی پڑھائی پوری کی تھی اور امتحان کے لئے ہر طرح سے تیار تھا اُس کی کوشش تھی کہ وہ اپنے اسکول میں ٹاپ کر کے سب سے زیادہ نمبر حاصل کرے۔

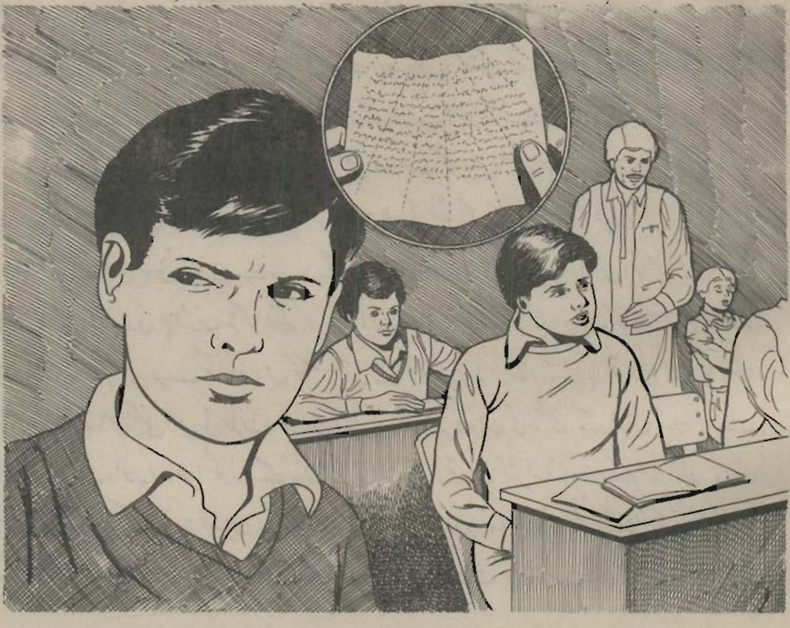

آخر امتحان کا دن آ ہی گیا. وہ تمام ضروری تیاری کے ساتھ اسکول پہنچا تو کئی ساتھیوں نے اُسے گھیر لیا. کہو بھئی ظہران. کن کن سوالوں کے کارتوس لائے ہو. کاشف نے مسکرا کر پوچھا. پھر جواب کا انتظار کئے بغیر خود ہی بولا. بھئی میں تو نوٹس کی پوری کاپی ہی اٹھا لایا ہوں. ظہران کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں. وہ بولا تو کیا تم نقل کرو گے..... ہاں تو اس میں اس قدر حیرت کی بات کیا ہے آج کل تو نقل کا ہی دور، دورہ ہے. نجانے تمہیں کب عقل آئے گی. تم جسے امتحان کا موسم کہتے ہو وہ ہمارے لئے کھلم کھلا نقل کا موسم ہے. کاشف اٹھلا کر بولا ظہران نے اسے سمجھانا چاہا تھا کہ گھنٹی بج گئی اور سب اپنے اپنے کمرہ امتحان کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے.

ظہران بھی اپنے مقررہ کمرہ امتحان میں جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا...... کاپیاں تقسیم ہوئیں. اس نے مطلوبہ اندراج کئے پھر پرچہ ملا تو وہ پہلے خاموشی سے پرچہ کا مطالعہ کرنے لگا. تاکہ پوچھے گئے سوالوں میں سے جواب دینے والے سوالوں کا انتخاب کر سکے. دوبارہ پرچہ پڑھنے کے بعد اس نے منتخب سوالوں پر جواب دینے کے لئے نشان لگائے اور نہایت انہماک سے جوابات دینے میں مصروف ہو گیا...... مگر یہ کیا...... اس کا انہماک زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا کمرہ امتحان میں عجب قسم کی سرگوشیاں سی شروع ہو گئیں تھیں. اس نے کاپی پر سے نگاہ ہٹا کر دیکھا تو ممتحن صاحب دروازے پر کھڑے برابر والے کمرہ امتحان کے ممتحن سے مصروف گفتگو تھے اور ان کی اسی مصروفیت کا فائدہ اٹھا کر لڑکے ایک دوسرے سے سوالوں کے جواب معلوم کر رہے تھے......

وہ دل ہی دل میں جھنجھلا کر رہ گیا. آخر ممتحن صاحب کو یہاں کسی مقصد کے لئے مقرر کیا گیا ہے. وہ لڑکوں کی نگرانی کرنے کے بجائے اس طرح ان کی نقل کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں...... یہ تو فرائض سے کھلی ہوئی غفلت ہے...... اگر وہ پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض انجام دیں تو کوئی بھی لڑکا نقل کرنے کی جرأت نہ کر سکے....... اس کا ذہن منتشر ہو گیا. بہت کوشش کی کہ سکون کے ساتھ اپنا پرچہ حل کرے مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا. ایک بار تو دل میں آیا اٹھ کر ممتحن کی توجہ اس کھلی نقل کی طرف مبذول کرائے مگر پھر وہ ان کی دشمنی کے خیال سے ہمت نہ کر سکا. کاشف، انور، عامر اسکول کے بدنام ترین لڑکے تھے اور اکثر اساتذہ ان کے منہ لگنے سے کتراتے تھے. کسی نہ کسی طرح ظہران نے اپنا پرچہ حل کیا. اور دوبارہ احتیاطاً دیکھنے لگا تاکہ کوئی لفظ وغیرہ چھوٹ گیا ہو تو لکھ لے. جیسے ہی وہ اس کام سے فارغ ہوا وقت پورا ہونے کی گھنٹی بج گئی. ممتحن

صاحب لڑکوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی کاپیاں جمع کرنے لگے۔ ظہران نے اپنی کاپی جمع کرائی۔ اور خاموشی سے اٹھ کر کمرہ امتحان سے واپس آگیا۔

گھر پہنچا تو اُسے بجھا بجھا اور خاموش سا دیکھ کر امی نے پوچھا، کیوں بیٹے، خیریت تو ہے، کیا پرچہ ٹھیک نہیں ہوا، یہ منہ کیوں اترا ہوا ہے وہ دھیرے سے بولا نہیں امی ایسی تو کوئی بات نہیں، خدا کا شکر ہے کہ میرا پرچہ صرف ٹھیک ہی نہیں بلکہ بہت اچھا ہوا ہے...... پھر اس اداسی کا سبب کیا ہے خاموش رہنا تمہاری عادت تو نہیں...... تب اس نے کہا...... امی......سب کہتے ہیں کہ نقل کرنا بہت بُری بات ہے۔ پھر آخر اس امتحان کا فائدہ جس میں ممتحن نقل کرنے والوں کی گرفت نہ کرے...... اس کی یہ بات سن کر اخبار پڑھتے ہوئے اس کے ابو بھی چونک کر بولے...... کیوں بیٹے ظہران کس نقل کی بات کر رہے ہو، تب ظہران نے آج کمرہ امتحان میں ہونے والی کھلی نقل کی داستان کہہ سنائی...... وہ بولے، بیٹے اصل امتحان تو یہی ہے کہ انسان جانتے ہوئے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا پھر بھی غلط کام نہ کرے، ویسے ممتحن دیکھے یا نہ دیکھے خدا تو ہر حال میں دیکھتا ہے نقل کرکے کامیاب ہونے والے وقتی کامیابی تو حاصل کر لیتے ہیں مگر عملی زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔ تم نے اچھا کیا جو ایک بُری بات کو بُرا سمجھ کر خود عمل نہیں کیا۔ یہ بھی بڑی نیکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم آئندہ بھی نقل نہ کرنے کے ارادے پر کاربند ہوں گے۔ اصل کامیابی وہی ہے جس میں جدوجہد اور محنت شامل ہو......کہہ کر وہ پھر اخبار کے مطالعے میں مصروف ہوگئے ظہران کھانا کھاکر آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا کیونکہ اس کے بعد اُسے کل کے پرچے کی تیاری کرنی تھی......

دوسرے دن وہ کمرہ امتحان کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آج میتھ کا پیپر ہے۔ دو، ایک سوال اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ان کے جوابوں کے کارتوس بنا کر لے آتا۔ مگر پھر اسے ابّو کی باتیں یاد آگئیں۔ کیا ہوا ممتحن نہیں دیکھ رہا ہے مگر خدا تو ہر حال میں دیکھتا رہتا ہے۔ خدا سے تو کوئی بھی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ پھر بری بات ہے، خواہ وہ چھپ کر ہی کیوں نہ کی جائے...... ان ہی سوچوں میں مگن وہ کمرہ امتحان میں داخل ہوکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا پرچہ شروع ہوا تو وہ سر جھکا کر خاموشی سے جوابات لکھنے لگا...... ذرا دیر بعد ہی کل والی سرگوشیاں شروع ہوگئیں آج تو کچھ لڑکے باقاعدہ کتابیں کھولے بیٹھے آرام سے نقل کر رہے تھے۔ اور ممتحن صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھے نیند کی جھپکی لے رہے تھے۔

اچانک کلاس میں ہیڈ ماسٹر صاحب داخل ہوئے۔ ساری کلاس فوراً اٹین شن ہو کر کھڑی ہوگئی اس کھڑے ہونے میں نقلچی لڑکوں کی کتابیں اور کاپیاں پھر پھراتی ہوئی نیچے گریں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے چونک کر دیکھا پھر ٹہلتے ہوئے امتحان روم کا جائزہ لینے لگے ۳۵ طلباء میں سے ۱۰ لڑکے نقل کرتے ہوئے پکڑے گئے ان کی کاپیاں ہیڈ ماسٹر صاحب نے سیل کرا کے رکھ لیں اور وارننگ دیتے ہوئے دوسری سادی کاپیاں فراہم کیں اگر دوبارہ نقل کرتے ہوئے پکڑے گئے تو نہ صرف امتحان دینے سے محروم کر دیئے جائیں گے بلکہ انہیں اسکول سے بھی نکال دیا جائے گا ساتھ ہی انہوں نے ممتحن صاحب کو بھی تاکید کی کہ وہ ایک جگہ بیٹھنے کے بجائے ساری کلاس میں گھومیں، اور طلبہ کی سخت نگرانی کریں تاکہ وہ نقل نہ کر سکیں ان سب باتوں میں بیس منٹ لگ گئے۔ مگر ظہران اب مطمئن تھا کہ وہ نہایت سکون سے اپنا پرچہ حل کر سکے گا۔ نقل کرنے والے لڑکے اب بالکل گم سم بیٹھے اپنے ان دنوں کو یاد کر رہے تھے جو انہوں نے کلاس اٹینڈ کرنے کے بجائے کھیل کود میں ضائع کر دیئے تھے اور ظہران انہیں دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ کسی نے سچ کہا ہے کاٹھ کی ہانڈی چڑھے نہ دوجی بار ......وہ دل ہی دل میں اس بات پر بھی خوش تھا کہ اچھا ہوا اس نے نقل کرنے کے جذبے کو خود ہی کچل دیا۔ وگرنہ پکڑے جانے پر کسقدر شرمندگی اٹھانی پڑتی ......

گزشتہ ماہ مئی کے شمارے میں انکل روبوٹ سے ایک غلطی ہوگئی۔ انہوں نے نظام شمسی کے سب سے بڑے سیارے کا نام تو بالکل صحیح بتایا لیکن سب سے چھوٹے سیارے کا نام غلط بتا گئے۔ ساتھی اس جواب کی تصحیح کرلیں۔ نظام شمسی کا سب سے چھوٹا سیارہ پلوٹو نہیں بلکہ عطارد ہے۔ اسی طرح ایک ساتھی نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ جوحن لوگی بیئرڈ کا تعلق اسکاٹ لینڈ سے تھا۔ برطانیہ سے نہیں تو اُن ساتھی کی تشفی کے لئے یہ بات عرض ہے کہ اسکاٹ لینڈ برطانیہ کا ہی حصّہ ہے۔ اسی لئے بیئرڈ برطانوی کہلاتا ہے۔

پرائڈ آف پرفارمنس کے سلسلے میں ہمیں لاتعداد خطوط اور سرٹیفیکیٹ موصول ہوئے ہیں۔ تمام ذہین بچّوں کو ان کے انعامات خاص نمبر کی اشاعت کے بعد روانہ کر دیے جائیں گے۔

(ادارہ)

ایک شام بچّوں کے نام

محمد سلیم مغل

ہم نے جب بھی مارکیٹ میں بچوّں کے لئے غیر معیاری رسائل اور خرافات کتابیں دیکھیں ..
ہمارا خون کھول گیا اور ہم نے بارہا سوچا کہ کیا کوئی ایسا ادارہ قائم نہیں ہو سکتا جو بچوّں کے لئے اچھے رسائل ،
کتابیں تیار کرے ۔ ان اشاعتی کاموں کے علاوہ بچوّں کو اپنے نظریئے اور اپنی فکر سے روشناس کرائے اور بچوّں کے
ادب کے نام پر بچوّں کے ذوق کو خراب کرنے والی تحریروں کے آگے مضبوط بند باندھے ۔
یہ اور ایسی بہت سی باتیں ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اسلام آباد کی فضاؤں سے ایک خبر اڑتی ہوئی
ہم تک پہنچی ۔

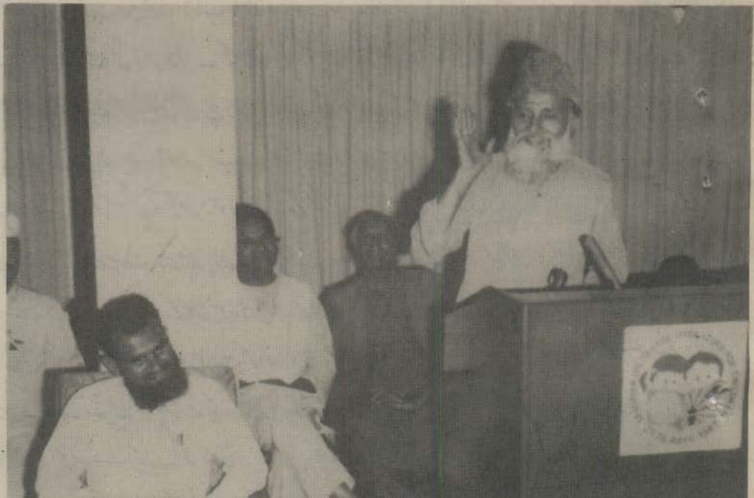

مقرر : پروفیسر عنایت علی خان ، صدارت : اشتیاق احمد پس منظر میں میرزا ادیب اور اسد ادیب نظر آرہے ہیں ۔

اور وہ خبر یہ تھی کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ذیلی ادارے دعوۃ اکیڈمی نے وہ سارے اہم کام کرنے کا عزم کرلیا ہے جو ہم برسوں سے سوچا کرتے تھے۔ واہ بھئی واہ ہماری خواہش کو عمل کی زبان مل گئی۔ ابھی ہم اس خبر سے محظوظ ہو ہی رہے تھے کہ اسلام آباد سے افتخار کھوکھر صاحب نے دعوۃ اکیڈمی کی جانب سے ہمیں بچوں کے ادب پر ہونے والے سیمینار میں شرکت کا دعوت نامہ بھجوادیا۔ ۱۳ اپریل کی ایک خنک اور حسین شام ہم اسلام آباد پہنچے تو اکیڈمی کے ساتھی وہاں ہمارے منتظر تھے۔

۱۴ اپریل ۸۸ء کی صبح، اسلام آباد میں تعمیر ہونے والی حسین ترین فیصل مسجد سے ملحق بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے خوبصورت سے آڈیٹوریم میں اس سمینار کی افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا۔ جس کی صدارت اکادمی ادبیات کے چیئرمین پروفیسر پریشان خٹک نے کی۔ پروفیسر صاحب کی ایمان افروز تقریر نے ہر شخص کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس ابتدائی سیشن کے بعد اسلام آباد کے مارگلہ موٹلز میں سمینار کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ دو روز تک پاکستان بھر سے آئے ہوئے بہت سے مہمانوں نے سات مختلف سیشنز میں اپنے مقالے پڑھ کر سناتے اور ہر مقالے کے بعد سوال و جواب کا معرکہ ہوا۔۔ یہ علمی بحث بھی سننے کے قابل تھی۔ جو دانشور اور اہل علم حضرات اس مذاکرے میں شریک ہوئے ان میں جناب مرزا ادیب جناب مسعود احمد برکاتی، جناب طالب ہاشمی، جناب عبدالجبار شاکر، جناب رفیق داؤدی، جناب اشتیاق احمد، جناب ڈاکٹر خواجہ نسیم احمد، جناب صابر قرنی، جناب حافظ نذر احمد، جناب نذر زیدی، جناب ادیب اسدی، جناب خواجہ عابد نظامی جناب پروفیسر عنایت علی خان، جناب کلیم چغتائی اور چند دیگر حضرات شامل تھے ۔۔ بلکہ یاد آیا کہ اس مذاکرے میں آنکھ مچولی کے مدیر نے بھی "بچوں کے لئے اسلامی ادب کی تعریف کے تعین پر ایک مقالہ پڑھا اور خاص بات یہ ہے کہ بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھ کر پڑھا۔ سب نے صبر تحمل سے سنا بھی اور حوصلہ افزائی بھی کی۔ ۱۵ اپریل کی شام کو جب مقالوں کی نشست ختم ہوگئی تو ہمیں دعوۃ اکیڈمی کے مرکزی دفتر لے جایا گیا جہاں ایک کشادہ ہال میں اسلام آباد کے مختلف اسکولوں سے آئے ہوئے بہت سے بچے پہلے سے موجود تھے ۔۔۔ بچوں نے تالیاں بجا کر مہمانوں کا استقبال کیا۔ پتہ نہیں کس چغلخور نے ڈاکٹر انیس صاحب کے کان میں میرا نام لے دیا اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ بچوں کے پروگرام کی میزبانی میں کروں ۔۔ وہ تو اچھا ہوا کہ میری نظر پروفیسر عنایت علی خان پر پڑ گئی ورنہ تو میں خود پریشان تھا کہ پروگرام کا آغاز کس طرح کروں؟ پروفیسر صاحب نے پہلے تو بچوں سے ایک کھیل کھیلا۔ بہت دلچسپ کھیل تھا۔ کھیل کھیل میں بچوں کی ورزش کروا ڈالی پھر انہوں نے اپنی ـــــ ایک نظم سنائی۔۔ جو پوچھو سو بتلاتی ہوں

یہ نظم دراصل ایک پہیلی بھی تھی ۔۔۔ دنیا کی سیر کراتی ہوں

بچے بہت خوش ہوئے ...

لاہور سے آئے ہوئے جناب عبدالجبار شاکر صاحب نے بھی بچوں سے بڑے مزے مزے کی باتیں کیں ۔۔ اور بچے

اس پروگرام کی صدارت بچوں کے [illegible]

تھا کہ یہ چونکہ جاسوسی کہانیاں لکھتے ہیں اس لئے وہ خود بھی جاسوس لگ رہے ہوں گے۔ سر پر ہیٹ ہوگا، کالا چشمہ ہوگا۔ اور سوٹ پہنا ہوا ہوگا... مگر یہ کیا.. ایک بہت ہی مختصر اور سادہ سی شخصیت باریش نوجوان انتہائی سادے کپڑے پہن رکھے تھے... ہم نے جب بچوں سے اشتیاق صاحب کا تعارف کروایا پھر تو سوالات کا بند ٹوٹ گیا...

سوال:۔ انکل آپ کے نام سے تو ہم واقف ہیں آپ کی تعلیم کیا ہے؟

جواب:۔ میٹرک

سوال:۔ ہم نے تو اخبار میں پڑھا تھا کہ اشتیاق احمد فوت ہوگئے ہیں؟

جواب:۔ وہ کوئی اور اشتیاق احمد تھے۔

سوال:۔ انکل کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ بھی انسپکٹر جمشید کی طرح ....؟

جواب:۔ نہیں نہیں .... بالکل نہیں۔

سوال:۔ آپ کی شادی ہوگئی ہے؟

پہلی رو میں حافظ نذر احمد، رفیق انور داؤدی، مسلم سجاد صاحب اور پیچھے ایک بچہ سوال کرتے ہوئے۔

سوال:۔ ... آپ ... آئے ہیں اور انسپکٹر جمشید وغیرہ کو ساتھ نہیں لائے ؟

جواب:۔ آپ کے ہوتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی کیا ضرورت ہے۔

سوال:۔ کیا وجہ ہے کہ آپ صرف ناول وغیرہ ہی لکھتے ہیں ختم نبوّت اور دیگر اسلامی موضوعات پر کیوں نہیں لکھتے ؟

جواب:۔ میں نے ختم نبوّت اور دیگر اسلامی موضوعات پر بھی لکھا ہے شاید وہ آپ کی نظر سے نہیں گزرے ان میں " وادیٔ مرجان " اور اس طرح کے دیگر عنوانات شامل ہیں۔

سوال:۔ انکل آپ کو کتابیں لکھنے کا خیال کیسے آیا ؟

جواب:۔ بچپن میں دوسروں کی کہانیاں پڑھا کرتا تھا ان کو دیکھ دیکھ کر۔ ویسے ابتداء میں نام کی خاطر لکھتا تھا پھر اسے مقصد بنا لیا ...

سوال:۔ جاسوسی کہانی میں آپ کیا محسوس کرتے تھے۔ ؟

جواب:۔ یہی کہ یہ ایک کہانی ہے اور فرضی کہانی ہے ؟

سوال:۔ انکل آپ کو بندوق چلانا آتی ہے ؟

جواب:۔ ہاں۔ چاہیں تو چلوا کر دیکھ لیں (ہال میں بے شمار تالیاں)

سوال:۔ انکل آپ جو کتابیں لکھتے ہیں کیا ان کا انداز تبدیل ہو سکتا ہے ؟ یعنی ان میں اصلاحی عنصر زیادہ ہو سکتا ہے ؟

جواب:۔ ہاں بالکل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اب بھی زیادہ ہے۔

سوال:۔ انکل بچے کلاس میں بیٹھ کر اسکول کی کتابوں کے بجائے آپ کے رسائل پڑھتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ اپنی قوم کو غلط راستے پر لگا رہے ہیں۔

جواب:۔ نہیں میں تو ایسا نہیں کر رہا اور جو کلاس میں پڑھتے ہیں ان کو نہیں پڑھنا چاہیئے۔

سوال و جواب کی نشست کا اگلا مرحلہ مرزا ادیب صاحب کے ساتھ تھا۔

سوال:۔ آپ نے لکھنا کب شروع کیا ؟

جواب:۔ ۵۲ سال قبل۔

سوال:۔ آپ کی عمر ؟

جواب:۔ ۷۳ سال۔

سوال:۔ آپ ہندوستان میں کس کے لئے لکھتے تھے ؟

جواب:۔ آپ کے والدین اور بزرگوں کے لئے جوائس وقت بچے تھے۔
سوال:۔ آپ کی تعلیم ؟
جواب:۔ بی، اے آنرز
سوال:۔ تعلیم کہاں حاصل کی۔
جواب:۔ لاہور کے اسلامیہ پرائمری اسکول، اسلامیہ ہائی اسکول، اسلامیہ کالج سے۔
سوال:۔ آپ کو یہاں بلایا گیا ہے یا خود آئے ہیں ؟
جواب:۔ ہم سب کو بلایا گیا ہے۔
سوال:۔ آپ ۵۲ سال قبل جس جذبہ سے لکھتے تھے آج بھی وہ جذبہ ہے ؟
جواب:۔ جی ہاں آج بھی اسی جذبہ سے لکھتا ہوں۔

یہ خوبصورت اور یادگار نشست تالیوں کے شور اور دعاؤں کے زور کے ساتھ ختم ہوئی، سب ہی مہمانوں نے اسلام آباد کے ذہین ترین بچوں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور تقریب اس اعلان کے ساتھ ختم ہوئی کہ سب مہمان چائے کے لئے تشریف لے چلیں۔۔ چلتے چلتے دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر انیس نے سب ہی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنے عزائم کی بابت تفصیل سے بتایا۔۔۔ ڈاکٹر انیس ہی اس اکیڈمی کے روح رواں اور اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے سب سے زیادہ سعی کرنے والی وہ پرکشش اور معروف ترین شخصیت ہیں۔ جن کی کوشش بھی ہے، خواہش بھی ہے اور دعا بھی کہ اس سرزمین پاک کے بچے سیرت و کردار اور علم و عمل کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر کفر اور جہل کے خلاف جنگ کریں۔۔ یہ اپنے ساتھ باصلاحیت لوگوں کی ایک ایسی ٹیم لے کر چل رہے ہیں جو انشاءاللہ ان کے خواب میں تعبیر کا رنگ بھرنے کی پوری کوشش کرتی رہے گی اس ٹیم کے نمایاں نام، جناب افتخار کھوکھر، جناب عبدالعزیز خالد، جناب اظہر نیاز، جناب محمود فاروقی، جناب شاہد رفیع ہیں۔
اللہ ان کے جذبوں کو سلامت رکھے۔۔ اور انہیں ان کے عزائم میں کامیاب کرے۔

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی کے ایجنٹ جناب محمد حسین اور احمد حسین صاحب کے والد محترم گزشتہ دنوں رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔ ادارے کے تمام افراد جناب محمد حسین اور احمد حسین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کی لحد کو نور سے بھر دے۔ (آمین)

ماہانہ مقابلۂ معلومات

اُمِّ رُباب جعفری

دائرۂ معلومات

۲۰ اشاروں کے درست جوابات اس طرح حوالۂ ڈاک کیجیے کہ وہ ہمیں ۲۰ جون تک موصول ہوجائیں، تمام درست جوابات ارسال کرنے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر اگست کے شمارے میں شائع کی جائیں گی اور قرعہ اندازی کے ذریعے تین خوبصورت انعام بھی دیئے جائیں گے۔ مقابلے کے نئے شرکا، جان لیں کہ پہلے اشارے کا جواب جس حرف پر ختم ہوگا، دوسرے سوال کا جواب اسی حرف سے شروع ہوگا۔

۱ پاکستان کے ایک مشہور سائنس دان جنہوں نے ۱۹۷۹ء میں طبیعیات کا نوبل انعام حاصل کیا؟
۲ عوامی جمہوریۂ چین کے ایک مشہور رہنما جن کا انتقال ۱۹۷۶ء میں ہوا۔
۳ ایک مشہور جزیرہ جو مشرقی یورپ کے ایک مشہور ملک کا حصّہ ہے؟
۴ دنیا کا ایک مشہور سکّہ جس کا پرانا نام تھیلر تھا۔
۵ ایک مشہور تابکار دھات، جسے ۱۸۹۸ء میں مادام کیوری نے دریافت کیا۔؟
۶ ایک مشہور باکسر، جو تین مرتبہ عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن بنے۔
۷ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں لڑی جانے والی ایک جنگ جس میں مسیلمہ کذاب قتل کیا گیا۔؟
۸ دنیا کا پہلا شہر جس پر ایٹم بم گرایا گیا۔؟
۹ خلافتِ بنو عباس کا پہلا حکمران۔ ؟
۱۰ پاکستان کے ایک مشہور کرکٹر جنہوں نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں سب سے زیادہ اسکور (۴۹۹ رنز) بنائے۔؟
۱۱ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک جو آج بھی ایک اسلامی ملک کا دارالحکومت ہے۔ ؟

۱۲ ایک ملک، جس کے پرچم پر اسی ملک کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ ؟

۱۳ ایک مشہور پیغمبر، جن کا اونٹنی کا معجزہ بہت مشہور ہے ؟

۱۴ اسلام کا پانچواں رکن ؟

۱۵ اردو کے ایک مشہور شاعر، جن کا انتقال ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو ہوا ؟

۱۶ مکّہ کی ایک گھاٹی، جہاں حضور اکرمؐ تین برس تک محصور رہے۔ ؟

۱۷ تحریک آزادی کے ایک مشہور رہنما، جن کا انتقال ۲۵ جون ۱۹۴۴ء کو ہوا۔ ؟

۱۸ اٹلی کا ایک مشہور سائنسدان اور ماہر فلکیات، جو ۱۵۶۴ء میں پیسا میں پیدا ہوا ؟

۱۹ ایک مشہور کارٹونسٹ، جس نے بچوں کے لئے مکی ماؤس اور اس جیسے بہت سے کردار تخلیق کیے۔ ؟

۲۰ جاپان کا سکّہ ؟

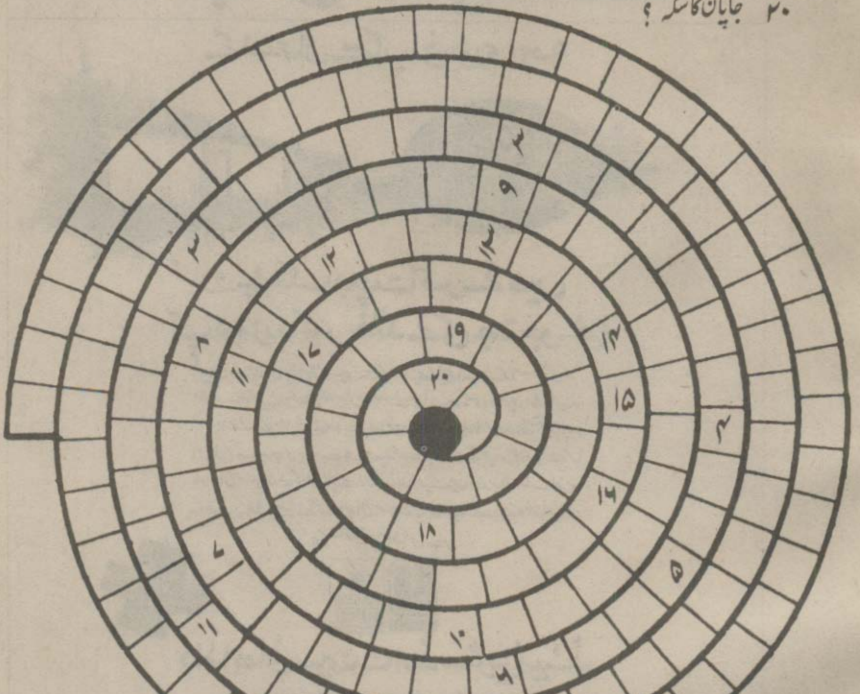

کم خرچ
اور
مضبوط ترین!

ھائی اسٹرینتھ
دادا بھائی سیمنٹ

کے استعمال سے آپ فی بوری ۶-۹

روپے تک بچت کرتے ھیں
آپ کو مزید کِس فائدے کی جستجو ھے؟

تعمیراتی ماہرین ہائی اسٹرینتھ سیمنٹ کو اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ اس کی کم مقدار سے تعمیر میں یکساں مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ کسی عام پورٹ لینڈ سیمنٹ کے مقابلے میں ۱۰ سے ۱۵ فیصد تک زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔
اس طرح آپ ہر بوری پر ۶ سے ۹ روپے تک بچت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دادا بھائی سیمنٹ کی مقبولیت، مانگ اور کھپت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ دادا بھائی سیمنٹ ہی آپ کے روپے کا نعم البدل اور مستحکم تعمیر کا ضامن ہے۔

DADABHOY
PORTLAND CEMENT

پائیدار تعمیر اور استحکام
دادا بھائی سیمنٹ کا کام

دادا بھائی سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ
پانچویں منزل، مقبول کمرشل کمپلکس جے سی ایچ ایس یو، شاہراہِ فیصل کراچی

CONCEPT ONE
DCIL 20/86

ماہ اپریل ۸۷ء کے دائرہ معلومات کے درست جوابات ۔

۱ ۔ صادقین ۲ ۔ نوح ۳ ۔ حسرت موہانی ۴ ۔ یونیسکو ۵ ۔ وکٹوریہ
۶ ۔ ہانگ کانگ ۷ ۔ گٹن برگ ۸ ۔ گرینیچ ۹ ۔ چارلی چپلن ۱۰ ۔ ناصر
۱۱ ۔ روزہ ۱۲ ۔ ہٹلر ۱۳ ۔ روزویلٹ ۱۴ ۔ ٹینک ۱۵ ۔ کمال اتاترک
۱۶ ۔ کوپرنیکس ۱۷ ۔ سینٹ ۱۸ ۔ ٹیگور ۱۹ ۔ ربیع الاول ۲۰ ۔ لیاقت علی خان

خوبصورت انعامات حاصل کرنے والے تین ساتھی

- ـــــــ صدف موسیٰ، میٹھادر، کراچی
- ـــــــ عامر آفتاب، بلاک ۲۱، سرگودھا
- ـــــــ ظفر اقبال سومرو، نوشہرو فیروز

درست جوابات ارسال کرنے والے ذہین ساتھی

- فیصل فرید پراچہ، اچھرہ، لاہور • نیر توحید، شاہ جمال روڈ، شیخوپورہ • اشرف آرائیں، کوٹ غلام محمد تھرپارکر
- شہناز پروین، لیمارکیٹ، کراچی • اختر حسین، پٹیل پاڑہ، کراچی • بابر شاہ، جبیاں، ضلع اٹک
- عامر رضا، نیا محلہ، جہلم • نجیب الدین، یونیورسٹی کیمپس پشاور • رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد تھرپارکر
- رخشندہ تابندہ، باغپورہ، لاہور • وقیع الدین، نشتر روڈ، ملتان • محمد شاہد، لطیف آباد، حیدرآباد
- تصویر زہرا، لیاقت روڈ، راولپنڈی • سہیل صدیق، محمد پورہ، گوجرانوالہ • شاہ کریم عطار، دستگیر، کراچی
- سعید احمد، شالیمار، اسلام آباد • سجاد حبیب، لیاقت آباد فیصل آباد • محمد یوسف، جیکب لائن، کراچی
- سید محمد علی، لطیف آباد، حیدرآباد • سید علی محسن، پی ای سی ایچ ایس کراچی • شہزاد انور، ریلوے کیرج، راولپنڈی
- اسمٰعیل عبدالرحمٰن، میٹھادر، کراچی • یوسف نصراللہ، ڈیفنس سوسائٹی کراچی • احمد محمود، حبیب کالونی، پشاور
- انیلا تسلیم، محلہ باغبان، ملتان • عاصم عبدالحمید، گلشن اقبال، کراچی • لعل محمد، یونیورسٹی کیمپس، پشاور
- شہانہ شمشاد، شومارکیٹ کراچی • عامر سلیمان، میٹھادر، کراچی • یونس شہزاد، رسول پارک، لاہور
- حمیرا فلک ناز، دستگیر، کراچی • عبدالباسط، میمن کالونی، کراچی • جاوید حیدر، سٹلائیٹ ٹاون، راولپنڈی
- فاروق احمد لنڈی کوتل خیبر ایجنسی • حسن مہندی خراسانی، انچولی، کراچی • شفیق الرحمٰن، حالی نگر، حیدرآباد
- توصیف بیگ، شاہی بازار حیدرآباد • امتیاز احمد، ملیر ہالٹ، کراچی • عامر نجم، نارتھ ناظم آباد، کراچی

• ایک غلط جواب ارسال کرنے والے ساتھی

• اسد الحسن انصاری، پاور ہاؤس، کراچی • ماہ رُخ حفیظ، لاہور کینٹ • ناظمہ آفسہ، امر پورہ، راولپنڈی
• شمشیر، رحیم آباد کالونی، کراچی • عباس علی، کراچی • متین عثمان، میر پور خاص
• محمد بہرام خان، لالہ زار، راولپنڈی • ماہر علی احمد، کراچی • افتخار الحسن، چک نمبر ۲۶، گجرات

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

بلّی اور چوہا

مرسلہ:۔ عادل شبیر کراچی

ایک دِن ایک چھوٹا سا چوہا بل سے باہر نکل آیا وہ اِدھر اُدھر پھر رہا تھا کہ بلّی نے اسے دیکھ لیا بلّی چوہے کے پیچھے دوڑی۔ چوہا ڈر کر بھاگا، بھاگتے بھاگتے اسے ایک خالی بوتل نظر آئی اس سے پہلے کہ بلی چوہے پر حملہ کرتی وہ بوتل کے اندر چلا گیا بلی نے اپنا منہ بوتل میں ڈالا اور چوہے کو کھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر اس نے اپنا پنجہ بوتل میں ڈالا اور چوہے کو کھانے کی کوشش کی مگر اس میں بھی ناکام رہی لیکن بلّی کا پنجہ بوتل میں پھنس گیا اس نے بڑی مشکل سے اپنا پنجہ نکالا اور چلی گئی اتفاق سے وہاں سے تین چوہوں کا گزر ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا دوست بوتل میں پھنس گیا ہے تو وہ سوچنے لگے کہ اُسے کسی طرح نکالا جائے ان میں جو سب سے بڑا چوہا تھا اس نے کہا میں سیدھا کھڑا ہو جاتا ہوں اور اس سے جو چھوٹا تھا اسے کہا تم میرے اوپر کھڑے ہو جانا اور تیسرے نمبر پر جو چوہا تھا اس سے کہا تم بوتل کے منہ پر بیٹھ جاؤ بڑا چوہا سیدھا کھڑا ہوا تو دوسرا چوہا اچھل کر اس کے اوپر کھڑا ہو گیا اور تیسرا چوہا جو بوتل کے مُنہ پر اچھل کر بیٹھا تھا اس نے اپنی دم اندر ڈال دی۔ اور دوسرے چوہے نے منہ پر بیٹھے ہوئے چوہے کا پنجہ پکڑ کر گھسیٹا اور چھوٹا چوہا بوتل سے باہر نکل آیا۔

میں نے اپنی زندگی سے اہم ترین سبق یہ سیکھا ہے کہ ہمارے خیالات اور تصورات ہی ہماری شخصیت کے آئینے دار ہیں اور یہ کہ ہمارا ذہنی رحجان ہی ہماری قسمت کا تعین کرتا ہے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ اس وقت کیا سوچ رہے ہیں تو میں فوراً

آپ کو بتادوں گا کہ آپ کس قسم کے انسان ہیں۔

(ڈیل کارنیگی)

دشمن کی بات سے رنجیدہ نہ ہو۔ اگر اس کی بات سچ ہے تو تمہیں اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ اگر جھوٹ ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

(فیثا غورث)

چوہے اپنے بل کی طرف چل دیئے تھوڑی دیر میں۔ بلّی اپنے ساتھ مچھلی پکڑنے کی چھڑی لے آئی مگر مایوس ہو کر چلی گئی اور چھوٹے چوہے کی جان اس کے ساتھیوں کی وجہ سے بچ گئی کیوں کہ ان میں اتحاد اور محبت تھی۔

تمباکو کی چائے

مرسلہ: کنول زہرا زیدی کراچی

بچپن کا زمانہ حماقتوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس عمر میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کو سن کر خوف بھی آتا ہے اور ہنسی بھی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ہمارے خالہ زاد بھائی رضوان آغا کے ساتھ پیش آیا جس طرح انہوں نے سنایا اسی طرح لکھ رہی ہوں۔

گھر میں سب سے چھوٹے اور لڑکے ہونے کی وجہ انہوں نے کبھی باورچی خانہ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ دوسرے انہیں چائے پینے کا بہت شوق تھا۔ سب گھر والے شادی میں جارہے تھے اور انہوں نے ہوم ورک کا بہانا بنا دیا۔ اب گھر میں چوکیدار کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر چائے بنانے کے لیئے باورچی خانے میں گئے اور کیتلی چولھے پر چڑھادی اور خوشی خوشی چائے بنا کر اپنے کمرے میں جا کر پینے لگے۔ ابھی بمشکل دو چار گھونٹ ہی پیئے ہونگے کہ ہمارے برادر کو چکر آنے لگے اور اوسان خطا ہوگئے اور پھر اپنا ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو گھر والوں کو اپنے چاروں طرف کھڑے پایا۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی کرسی پر بیٹھے تھے۔

ہوش میں آنے کے بعد سب ان پر ہنسنے لگے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جو چائے انہوں نے بنا کر پی تھی اس میں چائے کی پتی کے بجائے پان کا تمباکو ڈال دیا۔ یہ بات سن کر ہم سب کا ہنسی کے مارے بُرا حال ہوگیا۔

برگد

مرسلہ: ہما خان سرفراز کالونی حیدرآباد

میں ایک بہت بڑا قد آور اور جاندار درخت ہوں۔ پھیلاؤ بھی وسیع ہے۔ میرا بھی وجود ہے لیکن مجھ پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اور کسی کو میرا احساس نہیں لوگ میرے سائے اور ٹھنڈی چھاؤں میں تھوڑی دیر کام کرتے ہیں۔ پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں پرندوں کے غول کے غول دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے کچھ دیر سکون اور آرام کی خاطر ستا لیتے ہیں۔ میں ہوں کہ برسات میں بھیگتا رہتا ہوں اگر سردی ہو تو ٹھٹھرتا رہتا ہوں اور شدید گرمی میں جھلستا رہتا ہوں میرا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ زبان نہیں اس

لیے بول نہیں سکتا۔ بے بس ہوں۔ خاموش تماشائی بنا ہوا ہوں۔ ظلم پر ظلم سہتا ہوں۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ میرے سرسبز و شاداب پتے زرد اور بے رونق ہو کر بے کار ہو جاتے ہیں اور پھر میرے جسم پر ایک پتہ بھی نہیں رہتا ٹہنیوں اور تنے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور کسی کے قابل نہیں رہتا۔ پھر بھی لوگ باگ مجھے چین سے نہیں رہنے دیتے میری لکڑیاں کاٹ کاٹ کر جلا دیتے ہیں میری شکل کوئلے میں تبدیل کر دیتے ہیں اور دوبارہ جلاتے ہیں۔ اور پھر میری راکھ کو مٹی میں ملا دیتے ہیں اور یوں زندگی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے برس ہا برس سے یہ عمل ہر جاندار کے ساتھ ہوتا آرہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا

ایک عقلمند مینڈک

مرسلہ: معصومہ نقوی کراچی

ایک مینڈک تھا جو ایک جھیل میں رہتا تھا ایک دن وہ خشک ریت پر آیا تو ایک بے وقوف کوّے نے اس کو پکڑ لیا اور لے اڑا۔ کوّے نے اسے مٹی پر رکھا وہ اسے کھانے ہی والا تھا کہ مینڈک بولا "چوں کہ میں گندا ہو گیا ہوں تو تم مجھے دھو لو تو میرا مزا بھی اچھا ہو گا کوّا اسے واپس اسی جھیل پر لے گیا اور جیسے ہی اس نے مینڈک کو پانی میں ڈالا وہ فوراً بھاگ نکلا اور چلایا "اب میں واپس اپنے گھر میں ہوں تو اب تم بھی اپنے گھر جاؤ۔ بے چارہ کوّا منہ لٹکائے اڑ گیا۔

تنکے والا بزرگ

مرسلہ: طارق احسان کراچی

بہت دنوں کی بات ہے جاپان کے گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا اس کا نام شوبی تھا وہ بے چارہ بہت غریب تھا۔ دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شوبی اپنے کھیت میں کام کرنے کے بعد گھر واپس آرہا تھا راستے میں وہ ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کے اتنی زور سے گرا کہ دور تک لڑھکتا چلا گیا اتفاق سے اس کے ہاتھ میں ایک تنکا آگیا جو زیادہ سے زیادہ ایک فٹ لمبا ہو گا۔

شوبی نے تنکا اٹھا لیا اور کپڑے جھاڑ کر آگے چل پڑا اتنے میں ایک مکھی اڑتی ہوئی آئی اور شوبی کے سر پر چکر لگانے لگی اس نے مکھی کو بھگانے کی بہت کوشش کی مگر وہ باز نہ آئی تو شوبی نے کہا۔ "یہ کیا مصیبت ہے؟ یہ مجھے کیوں پریشان کرتی ہے؟ میں اس کو مزہ چکھا دوں گا۔"

شوبی نے مکھی کو پکڑ لیا اور تنکے سے باندھ دیا پھر آگے چل پڑا وہ کچھ دور ہی گیا ہو گا کہ راستے میں ایک عورت ملی جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا بچے کی نظر تنکے میں بندھی ہوئی مکھی پر پڑی تو وہ مچل گیا اسے وہ مکھی اتنی اچھی لگی کہ وہ اسے لینے کے لیے ضد کرنے لگا ماں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر بچہ

نہ مانا اس پر عورت نے شوبی سے کہا۔
"بھائی یہ مکھی آپ میرے بچے کو دے دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی؟
شوبی نے وہ مکھی تنکے سمیت بچے کے ہاتھ میں تھما دی اور کہا یہ لو پیارے بچے اس سے کھیلو" بچے کی ماں نے شوبی کا شکریہ ادا کیا اور اُسے تین مالٹے دیئے وہ اپنی راہ پر چل دیا۔
وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا ایک پھیری والا جو کپڑا بیچتا تھا شوبی کو ملا وہ بہت پیاسا تھا اور آس پاس کہیں پانی بھی نہ تھا شوبی نے پھیری والے کا یہ حال دیکھا تو اسے بڑا ترس آیا اس نے تینوں مالٹے اسے دے دیے تاکہ وہ ان کا رس پی کر اپنی پیاس بجھا سکے پیاسا آدمی شوبی کا بہت شکر گذار ہوا اور اس نے خوش ہو کر کپڑے کے تین تھان شوبی کو دیے۔
شوبی تھان لے کر کچھ دُور ہی گیا ہوگا کہ راستے میں شہزادی کی سواری ملی اس کے ساتھ بہت سے نوکر چاکر بھی تھے شہزادی نے رتھ میں سے باہر جھانکا تو کپڑے کے ان تھانوں پر اس کی نظر جم کر رہ گئی جو شوبی لئے جا رہا تھا یہ کپڑا شہزادی کو بے حد پسند آیا تھا۔ اس نے شوبی کو اپنے پاس بلایا اور بولی۔
"تمہارا کپڑا بہت اچھا اور عمدہ ہے تم یہ تینوں تھان ہمیں دے دو!
شوبی نے کپڑے کے تینوں تھان شہزادی کی خدمت میں پیش کر دیے شہزادی نے اس کے بدلے میں روپوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی شوبی کو دی اس نے روپے لے لیے اور شہزادی کو سلام کر کے اپنے گھر چلا گیا شوبی نے ان روپوں سے گاؤں کے آس پاس کے بہت سے کھیت خرید لیے اس نے صرف ایک کھیت اپنے پاس رکھا اور باقی غریب کسانوں میں بانٹ دیے ان کسانوں نے اپنے اپنے کھیتوں میں محنت کر کے خوب غلّہ اگایا اور چند ہی سالوں میں وہ خوشحال ہو گئے۔ ایک معمولی اور بے کار تنکے نے جسے شوبی نے یوں ہی اٹھا لیا تھا گاؤں کی قسمت بدل دی تھی۔
شوبی کو مَرے مُدّت ہوئی لیکن گاؤں والے اب تک اسے یاد کرتے ہیں وہ اسے تنکے والا بزرگ کہتے ہیں اور ہر سال اس کی یاد مناتے ہیں۔

قومی پرچم

مرسلہ: طاہرہ علی، رفاہ عام سوسائٹی کراچی

قومی پرچم سے مُراد کسی ملک کا وہ مخصوص نشان ہوتا ہے جس سے دنیا میں اس کی پہچان ہوتی ہے۔ لہٰذا قومی پرچم کسی بھی ملک و قوم کا نمائندہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اپنی پہچان بنانے اور اپنا نام بلند کرنے کے لیئے اپنے قومی پرچم کو دنیا میں بلند سے بلند تر دیکھنا چاہتی ہے اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ قومی پرچم کے رنگوں اور اس پر بنی ہوئی مختلف تصاویر اور نشانات سے اس ملک کے مذہب

اور روایات وغیرہ کی نمائندگی ہوتی ہے۔

آیئے ہم اپنے قومی پرچم پر غور کریں کہ یہ کس طرح پاکستان اور پاکستانیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

ہمارا پرچم سبز اور سفید رنگوں ایک ہلالی چاند اور ایک پانچ کونوں والے ستارے پر مشتمل ہے۔ سبز رنگ اسلام کی نمائندگی کرتا ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور مسلمانوں نے اسے نظامِ اسلام کے لئے ہی حاصل کیا تھا۔

یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت اور حکومت ہے اس لئے ہمارے قومی پرچم میں تین چوتھائی سبز حصہ مسلم اکثریت کو ظاہر کرتا ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں کے علاوہ چند دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں انہیں غیر مسلم اکثریت کہا جاتا ہے۔

قومی پرچم کا ایک چوتھائی سفید حصہ ان اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہلالی چاند اور ستارہ ہمارے لئے روشنی کی علامت ہے۔ یہ روشنی ایمان کی روشنی ہے جو کہ گمراہی کے اندھیروں میں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

ستارہ کے پانچ کونے۔ مذہبِ اسلام کے پانچ ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کے اظہار ہیں اس طرح ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قومی پرچم ایک اسلامی پرچم ہے اور یہ ہمارا بہترین نمائندہ ہے۔

قومی پرچم کی عزت اور احترام ہم سب کا قومی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

آیئے! ہم عہد کریں کہ ہم اپنے قول وفعل سے دنیا بھر میں اسلام کے نام کو اور اپنے قومی پرچم کو بلند سے بلند کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عہد کو استقامت دے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

پاکستان زندہ باد قومی پرچم پائندہ باد

ہماری شامت

مُرسلہ: عامر سلیمان میٹھادر کراچی

کتّا: ارے نہیں نہیں یہ ہم آپ کو نہیں کہہ رہے یہ تو ہم اس کتے ہی کو کہہ رہے ہیں جو پوری گلی میں اس طرح پاؤں پسارے بیٹھا ہے جیسے اُس کی یہاں حکومت قائم ہے یہ بات ویسے تو خلافِ اخلاق ہے۔ اور اگر کسی نے سُن لی تو کسی ماہر درزی کی طرح ہمارے بخیئے اُدھیڑ دے گا۔ خیر اَب ہم سوچ رہے تھے کہ آخر کار ہم گلی پار کریں تو کیسے۔ آپ یہ مت سمجھئے گا کہ ہم کوئی بُزدل وغیرہ ہیں۔ دراَصل ہم کچھ امن پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے کسی سے لڑتے نہیں ہیں اور جب ہم کسی سے لڑتے ہی نہیں ہیں تو ہمارا دل یہ کس طرح چاہ سکتا ہے کہ ہم اس بیچارے کتّے کو یہاں سے ہٹائیں اور آپ یقین کریں گے کہ ہم سوچتے ہوئے بالکل ایسے لگتے ہیں جیسے کہ نیوٹن لگتا تھا یہ صرف ہمارے الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ سارا محلّہ ہی یہی کہتا ہے آخر کار سوچتے سوچتے ہم

اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں کتے پر سے چھلانگ لگانی چاہیئے ہے ناہبترین خیال ہم آہستہ آہستہ اُٹھے اور کتے کے اُوپر سے چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ہائے ری قسمت کہ کتے کو ہمارے اس مقصد کا علم ہو گیا یا اور کوئی بات تھی۔ اِدھر ہم اُٹھے اور اُدھر کتے نے اپنا سر اٹھایا، اور ہم تھر تھر کانپنے لگے۔ اپنی امن پسندی کی وجہ سے کہ کہیں ہمیں اس کتے کا جبڑا نہ توڑنا پڑے۔ اس وقت ہمیں کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ ہمیں بھی بریک ڈانس جیسی خطرناک بیماری کے جراثیم لگ گئے ہیں دِل نے کہا بھاگو، دماغ سے صلاح لینی چاہی تو پتہ چلا کہ دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے، پھر مرتے کیا نہ کرتے دِل کی بات ماننی ہی پڑی اور ہم ہیر پر سر نہیں نہیں سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب حال یہ تھا کہ ہم آگے آگے اور وہ ہمارے پیچھے۔

قریب تھا کہ کتا ہمیں پکڑ لیتا اور ہمیں چیر ڈالتا۔ ہم نے ایک کھلے ہوئے گٹر میں پناہ لے لی۔ اس وقت ہم نے اس گٹر کے ڈھکنے چوری کرنے والے کو دل سے دعائیں دیں وہ تو شکر تھا کہ گٹر میں پانی کم تھا۔ لیکن ابھی کچھ شامت باقی تھی کیوں کہ کتے صاحب ابھی تک اوپر کھڑے ہوئے تھے اور اب خوف اور سردی کی وجہ سے ہم اس طرح تھر تھرا رہے تھے کہ ہمارے جسم کی ہر ہڈی ہل رہی تھی اور دوسری بات ہماری خوف سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ کچھ دیر اسی طرح گذر گئی۔ کچھ وقفے کے بعد ہمیں چند ملی جُلی مانوس آوازیں سنائیں دیں کچھ غور کیا تو یہ انکشاف ہوا کہ یہ تو ہمارے ابا جان اور بھائی جان اور محلے کے کچھ دوسرے لوگوں کی آوازیں تھیں ہم نے اپنی ساری ہمت جمع کر کے ایک انتہائی خوفناک قسم کی دھاڑ ماری جو والد صاحب اور دوسرے لوگوں نے سن ہی لی پہلے تو انہوں نے کتے کو بھگایا اور پھر ہمیں بڑی مشکل سے نکالا اور ہمارے والد صاحب ہم ہی سے پوچھنے لگے کہ کیوں میاں کون ہو، کہاں رہتے ہو، کیا نام ہے وغیرہ وغیرہ اور ہم جو پہلے ہی بُرا حال ہو رہے تھے اتنے سارے سوالوں کا جواب دینے سے یہی بہتر سمجھا کہ بے ہوش ہو جائیں اور ہم نے فوراً اس بات پر عمل کیا۔ جب آنکھ کھلی تو اسپتال کے بستر پر پڑے تھے ابھی اچھی طرح ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ ہنسی کی آوازیں سنائیں دیں اور ہم سمجھ گئے کہ یہ ہمارے ہی برادرز اینڈ سسٹرز ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی ہنسی سے بچنے کے لئے ایک بار پھر بے ہوش ہو گئے۔

حمد

مرسلہ : محمود ورنالوی

یارب تیری شان نرالی — تو ہے دونوں جگ کا والی
دھرتی اور آکاش بنائے — رنگ برنگے پھول کھلائے
ہے تو مالک سب کا خالق — ہے تو داتا سب کا رازق
در پہ جو تیرے آئے سوالی — لوٹ کے وہ نہ جائے خالی
میں بھی ہوں اک بندہ تیرا — یارب تو ہے آقا میرا
مجھ پر اپنا فضل یہ کر دے — علم و ہنر سے دامن بھر دے
سچ مچ نیک بنا دے مجھ کو — سیدھی راہ دکھا دے مجھ کو

تو سن لے محمود گدا ہے
یارب تو ہی سب سے بڑا ہے

آفندی بادشاہ کے دربار میں

مُرسلہ: ایم اکرم سیال حیدر ننکانہ صاحب

بادشاہ نے وزیروں سے کہا کہ آفندی بہت عقلمند ہے اسے وزیر بنایا جائے تو؛ وزیروں نے کہا ٹھیک ہے بادشاہ نے آفندی کو وزیر بنا دیا اور ساتھ ہی آفندی کو یہ بھی سمجھا دیا کہ آفندی میں جو بھی کام تم کو کہوں اس کے حوالے سے بقیہ کام خود کر لیا کرو۔ آفندی نے کہا بہت اچھا عالیجاہ!

حضور کچھ دنوں کے بعد شدید بیمار ہو گئے اور اس کے وزیروں نے بڑے بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج کرایا۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا آخر بادشاہ حضور نے کہا آفندی کو بلایا جائے۔

آفندی بادشاہ کے حضور آیا اور کہا فرمایئے عالی جاہ۔

بادشاہ نے کہا آفندی میں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوں۔ جاؤ کوئی اچھا سا حکیم لاؤ تاکہ وہ میری زندگی کو بچائے۔ آفندی چلتے چلتے ایک بہت بڑے شہر میں گیا اور وہاں سے ایک اعلیٰ درجے کے حکیم کو ساتھ لیا اور کفن دفن کے لیے ضروری سامان لیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ بادشاہ حکیم اور کفن دفن کے سامان کو دیکھ کر غصّے سے کہنے لگا آفندی میں نے آپ کو یہ تو نہیں کہا تھا تو آفندی نے جواب دیا۔ حضور بے مجھے بہت جلدی ہے کیوں کہ مجھے ابھی آپ کی قبر بھی کھدوانی ہے۔ اور میں جا رہا ہوں۔

"آفندی ٹھہرو" غصّے سے بادشاہ چلایا تم یہ کیا کر رہے ہو۔ آفندی نے جواب دیا۔ حضور آپ نے تو مجھے خود کہا تھا کہ جو کام بھی تم کو کہوں تو اس کے حوالے سے بقیہ کام خود کر لیا کرو۔ اس لیے میں یہ کر رہا ہوں۔

قائداعظم محمّد علی جناح

مُرسلہ: گل شیر علی بنگش پشاور

پاکستان کے پہلے چیف سکاؤٹ

۱۸۷۶ء (۲۵ دسمبر) ولادت کراچی میں۔

۱۸۹۳ء اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان روانگی۔

۱۹۱۶ء مُسلم لیگ کے تاریخی اجلاس لکھنؤ کے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۲۰ء مُسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں (۱۴) نکات کا اعلان

۱۹۴۰ء (۲۳ مارچ) مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری۔

۱۹۴۳ء (۱۳ ستمبر) تقسیم ہند کے مطالبے کا اعلان۔

۱۹۴۴ء (۲۶ جولائی) ایک خاکسار کا ناکام قاتلانہ حملہ۔

۱۹۴۵ء (۲۸ جون) شملہ کانفرنس میں شمولیت۔

۱۹۴۵ء (۲۱ نومبر) مرکزی قانون ساز مجلس کے انتخاب میں کامیابی۔

۱۹۴۶ء (۲۳ فروری) وزراتی مشن کا دورۂ ہند۔

۱۹۴۶ء (دسمبر) برطانوی حکومت کی دعوت پر لندن روانگی ۔

۱۹۴۷ء (۱۱ اگست) پاکستان کی مجلس دستور ساز میں خطبۂ صدارت ۔

۱۹۴۷ء (۱۴ اگست) پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے

۱۹۴۷ء (۲۲ دسمبر) پاکستان کے چیف اسکاؤٹ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

۱۹۴۸ء (۱۱ ستمبر) رحلت اناللہ وانا الیہ راجعون

میں کون ہوں

مرسلہ: عامر آفتاب احمد سرگودھا

میرے نام کا پہلا حرف آئرلینڈ میں ہے فرانس میں نہیں ۔

میرے نام کا دوسرا حرف ناروے میں ہے پولینڈ میں نہیں ۔

میرے نام کا تیسرا حرف کوریا میں ہے برونائی میں نہیں ۔

میرے نام کا چوتھا حرف ہانگ کانگ میں ہے۔ سنگاپور میں نہیں۔

میرے نام کا پانچواں حرف مالٹا میں ہے برما میں نہیں ۔

میرے نام کا چھٹا حرف چین میں ہے روس میں نہیں ۔

میرے نام کا ساتواں حرف ویت نام ہے اسپین میں نہیں ۔

میرے نام کا آٹھواں حرف لاؤس میں ہے ۔ یونان میں نہیں۔

میرے نام کا آخری حرف یمن میں ہے۔ عراق میں نہیں ۔

○ طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں
○ قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلباء شریک ہو سکتے ہیں۔
○ کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔
○ خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ________ عمر ________ کلاس ________

مشاغل ________ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں ________

اسکول میں پسندیدہ مضمون ________

پتہ ________

آؤ ملائیں ہاتھ

محمد شاہد ، تیرہ سال
جماعت، ہشتم مشغلہ، قلمی دوستی
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
معرفت کمپری ہنیو اسکول، سٹیلائیٹ ٹاؤن، میرپور خاص

محمد مزمّل علی ، تیرہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہوکر دنیا کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی
۳۱/۱۰۶ شاہ فیصل کالونی ، ـــــــــ کراچی ۲۵

عبدالرؤف بدر ، پندرہ سال
جماعت دہم مشغلہ، فٹبال کھیلنا
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، فزکس
معرفت حاجی اللہ رکھا پرچون فروش، نزد گارڈن تھانہ، کراچی ۳

محمد ندیم چودہ سال
جماعت، دہم مشغلہ، فٹبال کھیلنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی
ای/۲۱۴، پاکستان کوارٹر ، مدینہ کالونی ، کراچی

غلام قادر ، چودہ سال
جماعت نہم مشغلہ ، دکانداری کرنا
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی
دکان نمبر ۴، عثمانیہ پینٹ ہاؤس، کھدّہ مارکیٹ، کراچی

محمد وسیم مغل، پندرہ سال
جماعت نہم مشغلہ، بیڈمنٹن کھیلنا
بڑے ہوکر ملک وقوم کی خدمت کرنا
پسندیدہ مضمون ، انگریزی
معرفت، صلّو بھائی جنرل اسٹور، غریب آباد روڈ، میرپور خاص

محمد احمد، سترہ سال
جماعت، دہم مشغلہ تحریریں لکھنا
بڑے ہو کر خادم دین وملت بنوں گا
پسندیدہ مضمون، اسلامیات

۲/۵۵، بیت آباد نمبر ۲ ——— کراچی ۱۹

آفتاب، تیرہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، وڈیو گیم کھیلنا
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی

شوبانی بک اسٹور، نزد گرلز ہائی اسکول، کندھ کوٹ

انجم فہیم، تیرہ سال
جماعت ششم مشغلہ، ہاکی کھیلنا
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سائنس

۱۲۴/۲۵، گلی نمبر ۸ شاداب کالونی، دھرم پورہ سکھر

دانش منور جمال، چودہ سال
جماعت نہم مشغلہ، معلومات جمع کرنا
بڑے ہو کر الیکٹریکل انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، بیالوجی

۱۵۱۳ اے، ایریا ۳۶ بی زمان آباد، ——— لانڈھی کراچی

پرنس فیاض علی، چودہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، نماز پڑھنا
بڑے ہو کر اچھا شہری بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو

۲/۶ بی سکندر آباد، لیاقت آباد ——— کراچی ۱۹

ذکاءاللہ، بارہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، رسائل پڑھنا
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی

۱۳۱/۷ پرانا بہاولپور ——— ملتان

گلزار احمد شیخ، پندرہ سال
جماعت دہم مشغلہ، اخبار پڑھنا
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، حساب

بلڈنگ آفس، نواب شاہ ——— سندھ

مظہر علی، سولہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر جج بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، انگریزی

کوارٹر نمبر اے ۶۱ کشمور کالونی نمبر ۱، ——— جیکب آباد

احسان الحق، گیارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، ریاضی

۳۰۳/۸، بھابڑا بازار، کوچہ سبحان سنگھ، راولپنڈی

محمد علی، اٹھارہ سال
جماعت نہم مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو

ایچ/۶۹/۱، لیاقت مارکیٹ، ملیر ——— کالونی، کراچی

راج کمار ، نو سال

جماعت چہارم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا

بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، سندھی

معرفت راج کمیشن شاپ ، سبزی منڈی، کندھ کوٹ

محمد حنیف شاہین، چودہ سال

جماعت نہم، مشغلہ، فٹ بال کھیلنا

بڑے ہوکر کرکٹر بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، انگریزی

الحنیف جنرل اسٹور بجاولی، ضلع لورالائی ، بلوچستان

ملک محمد یوسف، پندرہ سال

جماعت دہم، مشغلہ، بیڈمنٹن کھیلنا

بڑے ہوکر وکیل بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، اسلامیات

معرفت عبدالمجید کریانے والے، گول چوک، ننکانہ صاحب

عمران حمید خلجی، انیس سال

جماعت دہم، مشغلہ، قلمی دوستی

بڑے ہوکر ملک وقوم کی خدمت کروں گا

پسندیدہ مضمون، سائنس

جیلانی منزل، واٹر ورکس روڈ ـــــ ملتان

نواب علی، تیرہ سال

جماعت ہشتم، مشغلہ، قلمی دوستی

بڑے ہوکر اچھا شہری بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، معاشرتی علوم

معرفت مدار بخش حجام، ایم اے جناح روڈ، سانگھڑ

لعل بخش بلوچ، پندرہ سال

جماعت ہشتم، مشغلہ، شعر و شاعری

بڑے ہوکر قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، سب ہی پسند ہیں

بلوچ بوائز اسکول، بل نگور، ـــــ مکران بلوچستان

عامر خان، بارہ سال

جماعت ششم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا

بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، سائنس

کریم اپارٹمنٹ، ۱۰۱۱ سی، ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر ۵

جاوید عادل، تیرہ سال

جماعت ششم، مشغلہ، رسائل پڑھنا

بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، ریاضی

۱۱۶۸/۱ے، نئی منڈی، محلہ مدینہ کالونی، ـــــ پتوکی

پرنس اصغر، پندرہ سال

جماعت نہم، مشغلہ، اچھی کتب کا مطالعہ کرنا

بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

پسندیدہ مضمون، سائنس

سید خان بیکری، میو یارڈ روڈ، ـــــ روہڑی ضلع سکھر

محمد فاروق اکرام، چودہ سال

جماعت ہشتم، مشغلہ، ٹکٹ جمع کرنا

بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

پسندیدہ مضمون، انگریزی

۱۵۲، جناح کالونی، مسلم روڈ سمن آباد، ـــــ لاہور

ایک صفحہ امّی ابُو کے لیے

آپ کا بچّہ سائنس کے مضامین میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ آپ اسے ڈاکٹر بنانے پر بضد ہیں۔ بچہ آپ کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اور مجبورًا ناپسندیدہ مضامین پڑھنے لگتا ہے۔

آپ کا یہ غیر دانشمندانہ حکم بچے کا مستقبل تاریک کرنے لیے کافی ہے۔

بچے کے ذہنی میلان کا اندازہ کئے بغیر اس کی تعلیم اور مستقبل کے بارے میں آپ کا فیصلہ وہ نتائج حاصل نہیں کر پائے گا۔ جو آپ چاہتے ہیں۔

بچّے کے کھیل کوُد، اُس کے مشاغل اور دیگر سرگرمیوں سے اندازہ لگائیے کہ وہ کس شعبۂ زندگی کے لئے موزوں ترین ہوسکتا ہے۔

بچّے کے ذہنی رجحان کے بارے میں اُس کے اساتذہ سے معلوم کیجئے۔ وہ بہترین راہنمائی کرسکتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کی ابتدائی عمر ہی سے بچے کو یہ احساس دلانا شروع کردیجئے کہ اسے بڑا ہوکر کیا بننا ہے۔ زندگی کا جو میدان بھی آپ بچے کے لئے منتخب کریں۔ اُس سے متعلق بڑی شخصیات کی باتیں یا اہم واقعات بچے کو بتائیں تاکہ اُس کی دلچسپی کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

اگر آپ کی خواہش ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں بچّہ وہی کچھ بنے تو ابتداء ہی سے اُسے وہ ماحول فراہم کریں جو اُس کی سوچ کو اُس مخصوص سمت موڑ دے۔ مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ پاک فضائیہ کا شاہین صفت پائیلٹ بنے، آپ اُسے ہوائی جہاز کی طرز کے کھلونے لاکر دیجئے ... فضائی معرکوں کے ہیروز کی تصاویر دکھائیے اور ان کے کارنامے بیان کیجئے۔

ایسی کہانیاں پڑھنے کو دیجئے جن کے کردار فضاؤں میں کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ ایسی کوششیں کرتے رہیئے یہاں تک کہ بچّہ آپ کی خواہش کی زبان بن جائے۔

اور ہاں! ان سب کے ساتھ ساتھ بچّے کے روشن مستقبل اور اُس کی کامیابیوں کے لیے اللہ سے دُعا ضرور کرتے رہیئے کہ یہ ہمارے ہر عمل کی بنیاد ہے۔ اللہ آپ کو آپ کے ارادوں میں کامیاب کرے۔ آمین۔

کوئِس ®

مصنوعات بنانے والے پیش کرتے ہیں

● **کوئِس مشروبات :**
مشروبِ کوئِس کے اضافے کے ساتھ اب
چھ مختلف مزیدار ذائقے ۔
مشروبِ کوئِس ، آئسکریم ، اناس ، سنترہ ،
ومٹو اور لیمن ۔

● **کوئِس اچار :**
مینگو اور مِکس ۔ لذیذ ، چٹ پٹے ، مزیدار ۔

● **کوئِس فیرنی مِکس :**
زعفرانی اور سادہ ۔
ایک لیٹر اُبلتے ہوئے دودھ میں ایک پیکٹ
فیرنی مِکس ملاکر پانچ منٹ سے دس منٹ
تک پکائیں ۔ فیرنی تیار ۔

● **کوئِس کسٹرڈ پاؤڈر :**
تین مزیدار ذائقے ۔ آپکے ذوق کے عین مطابق

انڈس فروٹ جوس کمپنی

پوسٹ بکس 8026 ، کراچی ۔ 29 ، پاکستان ۔ فون : 440361-438869

Regd. No. M-266 JUNE 1987
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi